

کرے۔ اس سے توفیق اور اس کی مدد و نصرت طلب کرے۔ اس کے بعد ضروری اسباب اور امور کے لئے سعی کرے۔ اس لئے ایک طرف سے دعا کا اہتمام اور دوسری جانب سے ضروری اسباب کو اختیار کرنے کی سعی مشکور کرنی چاہیے تاکہ حضرت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع بھی نصیب ہو جائے اور اس کی برکت سے توفیق الہی بھی شامل ہو جائے۔

مدنی ہال دہلی میں

امیر الہند رابع نمبر کا اجراء

مورخہ ۱۲، جمادی الاولی ۱۴۳۳ھ مطابق ۷ دسمبر ۲۰۲۲ء بروز جمعۃ المبارک کی صبح ۹:۳۰ بجے جمعیۃ علماء ہند کے مقامی مرکزی دفتر واقع مسجد عبدالنبی کے مدنی ہال میں دارالعلوم دیوبند کے استاد تجوید و قرأت حضرت مولانا قاری آفتاب عالم صاحب کی تلاوت کلام پاک سے مجلس کا آغاز ہوا۔ آیت مبارکہ کلا ان کتب الابرار لفی علیین سے قاری صاحب نے جوں ہی تلاوت خوش الحانی کے ساتھ شروع کی۔ تو اہل اللہ اور ابرار کے لئے موعود منزلوں کو کلام الہی کے حسین و جمیل پیرائے سے ملاحظہ کرنے کا منظر نگاہوں میں گھوم گیا۔

از: محمد رحمت اللہ

ابتدائیہ

رجب المرجب کی آمد

روایات میں موجود ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ جب رجب المرجب شروع ہو جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرماتے۔ **اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي رَجَبٍ وَشَعْبَانَ وَبَلَغْنَا رَمَضَانَ** (مشکوہ شریف، باب وجوب الجمعة) ترجمہ: اے اللہ ہمیں رجب اور شعبان کے مہینوں میں برکت عطا فرما۔ (یعنی ہمیں خاص طور پر عبادت و طاعت کی توفیق و طاقت اور ہماری عبادتوں میں برکت عطا فرما۔) اور ہمیں رمضان تک پہنچا دے۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ رجب المرجب سے ہی ایک ایمان والے کو ماہ مبارک کی تیاری کا فکر کرنا چاہیے۔ سب سے پہلی تیاری اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کا اہتمام ہے کیونکہ ہر کام اسی مالک کی توفیق اور مدد سے ہوتا ہے۔ اس کی توفیق کے بغیر بندہ کوئی کام نہیں کر سکتا۔ آدمی دل سے بہت تمناً میں کرتا رہتا ہے بلکہ ارادہ بھی کرتا ہے مگر کبھی ارادہ کے باوجود ہمت نہیں ہوتی، کبھی رکاوٹیں آتی ہیں۔ جس کی بنابرکانی تمناً کے باوجود اور ارادہ کرنے کے باوجود بھی کام کو انجام نہیں دے پاتا۔ اس لئے ضروری ہے کہ اسباب اور تداریک کو اختیار کرنے سے قبل بندہ اپنے مالک حقیقی اور معبد برحق جو اصل کار ساز ہے کے دربار میں اپنی گذارش پیش

مقصد پر روشی ڈالی اور حضرت قاری سید محمد عثمان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نمایاں اوصاف مبارکہ کا اجمانی خاکہ بھی پیش فرمایا۔ اس کے بعد مشاہیر نے اپنے اپنے تاثرات کا اظہار کیا۔

ان مشاہیر میں دارالعلوم دیوبند کے معزز اساتذہ گرامی قدر، مبلغین اسلام، امارت شرعیہ کے ذمہ داران، محدثین، دانشوران اور خدام ختم نبوت شامل تھے۔ مادر علمی دارالعلوم دیوبند کی مؤقر مجلس شوریٰ کے اراکین میں سے حضرت مولانا عبدالحیم فاروقی دارالبلوغین لکھنؤ اور حضرت مولانا بدر الدین اجمل ممبر پارلیمنٹ اور رقم الحروف نے بھی اپنے تاثرات کا اظہار فرمایا۔ جو دھپور یونیورسٹی کے سابق وائس چانسلر پروفیسر اختر الواسع نیز جمیعت علماء ہند کے بعض نامی گرامی ذمہ داروں نے خراج تحسین پیش کیا۔

آٹھ سو صفحات پر مشتمل ضخیم نمبر جو عمدہ کاغذ، خوبصورت طباعت اور حسین ٹائل کے ساتھ کئی سو منظوم و منثور مضامین اور مراثی نیز تعزیت ناموں پر مشتمل ہے کو اس کے مرتب مولانا محمد سالم جامی اور ان معاون خصوصی ڈاکٹر عبد الملک قاسمی رسولپوری نے تخت پر موجود صدر اجلاس حضرت مولانا مفتی ابو القاسم نعمانی صاحب مہتمم و شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند نیز حضرت مولانا سید ارشاد مدنی صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند و صدر جمیعت علماء ہند، استاذ الاساتذہ بحرالعلوم حضرت مولانا نعمت

درحقیقت اس تلاوت کلام پاک سے اس یادگار اجلاس کی ابتداء ہو رہی تھی جو جمیعت علماء ہند اپنے مرحوم مغفور صدر امیر الہند حضرت مولانا سید قاری محمد عثمان صاحب منصور پوری استاذ حدیث و معاون مہتمم دارالعلوم دیوبند کی حیات و خدمات پر مشتمل ہفتہ روزہ الجمیعت کے خصوصی شمارے کے اجراء کے سلسلے میں منعقد کیا جا رہا تھا۔ اس اجلاس کی صدارت ازہر الہند دارالعلوم دیوبند کے مہتمم عالی وقار حضرت مولانا مفتی ابو القاسم صاحب نعمانی دامت برکاتہم فرمائے تھے۔ نظامت کے فرائض نوجوان عالم دین حضرت مولانا مفتی محمد عفان صاحب منصور پوری استاذ حدیث دارالعلوم جامع مسجد امروہہ انجام دے رہے تھے۔ تلاوت کلام پاک کے بعد انہوں نے خوشحال نعت خواں جناب مولانا محمد عبد اللہ صاحب رسولپوری کو بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں ہدیہ نعت پیش کرنے کی دعوت دی۔ چنانچہ انہوں نے اپنے پُر تر نم لہجہ میں نعت شریف پیش کی۔ جس سے سامعین بہت محظوظ ہوئے۔ خصوصاً جب یہ شعر پڑھا گیا:

خوبصورت، خوب سیرت، خوب سے بھی خوب تر
جمع خوبیں لقب، اللہ اکبر، مصطفیٰ
نعت پاک کے بعد جمیعت علماء ہند کے جزل سیکریٹری حضرت مولانا حکیم الدین قاسمی صاحب نے مہمان گرامی کا استقبال کرنے کے ساتھ ساتھ اجلاس کے

اسباق تفسیر

باہمی تعاون و تناصر کا قرآنی اصول

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ

معارف و مسائل

اس کے بعد معاهدہ کا دوسرا جزو اس طرح ارشاد فرمایا: وَلَا يَجُوِّهُنَّكُمْ شَيْئًا قَوْمٌ أَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمُسْجِدِ الْحَرَامِ أَنْ تَعْتَدُوا. یعنی جس قوم نے تم کو واقعہ حدیبیہ کے وقت مکہ میں داخل ہونے اور عمرہ کرنے سے روک دیا تھا، اور تم سخت غم و غصہ کے ساتھ ناکام واپس آرہے تھے، اب جبکہ تم کو قوت اور قدرت حاصل ہے تو ایسا نہ ہونا چاہیے کہ پچھلے واقعہ کے غم و غصہ اور بعض کا انتقام اس طرح لیا جائے کہ تم ان کو بیت اللہ اور مسجد حرام میں داخل ہونے اور حج کرنے سے روکنے لگو، کیونکہ یہ ظلم ہے اور اسلام ظلم کا انتقام ظلم سے لینا نہیں چاہتا۔ بلکہ ظلم کے بدله میں انصاف کرنا اور انصاف پر قائم رہنا سکھلاتا ہے۔ انہوں نے اپنی قوت و اقتدار کے وقت مسلمانوں کو مسجد حرام میں داخل ہونے اور عمرہ کرنے سے ظلم اور روک دیا تھا۔ تو اس کا جواب یہ نہ ہونا چاہیے کہ اب مسلمان اپنے اقتدار کے وقت ان کو ان افعال حج سے روک دیں۔

قرآن کریم کی تعلیم یہ ہے کہ عدل و انصاف میں دوست و شمن سب برابر ہونے چاہیےں تمہارا دشمن کیسا ہی سخت ہوا اور اس نے تمہیں کیسی ہی ایذا پہنچائی ہواں

اللہ صاحب عظیم، مولانا نادر الدین اجمل قاسمی، مولانا مفتی محمد سلمان صاحب منصور پوری، راقم الحروف اور حضرت مولانا سید محمود اسعد مدینی صاحب کی خدمت میں پیش کر کے اس نمبر کا اجراء کیا۔ مجلس میں حضرت مولانا نعمت اللہ صاحب عظیمی محدث دار العلوم دیوبند و حضرت مولانا سید ارشد مدینی صاحب صدر المدرسین اور مولانا سید محمود مدینی صدر جمیعۃ علماء ہند نیز مفتی محمد سلمان منصور پوری نے بھی مختصر خطابات فرمائے۔ اخیر میں حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی جو صدر اجلاس تھے کی دعا پر اجلاس اختتام پذیر ہوا۔

دیگر امور کے علاوہ اس موقع پر مجاہد ختم نبوت ایوارڈ کا بھی اعلان کیا گیا جو اس سال ایک مسابقہ کے بعد دیا جائے گا۔ یہ مسابقہ تین الگ الگ حصوں پر مشتمل ہوگا۔

تینوں حصوں کے لئے الگ الگ عنوانات طے ہوئے ہیں اور ہر حصہ الگ الگ طبقات کے لئے معین کیا گیا ہے۔ مثلاً عصری تعلیمی اداروں میں زیر تعلیم طلباء و فضلاء کے لئے الگ عنوان، مدارس اسلامیہ کے طلباء و فضلاء کے لئے دوسرا عنوان، ایک عنوان سمجھی کے لئے مشترک نیز ہر فرع میں اول، دوم، سوم اور شرکاء کے لئے مستقل انعامات بھی معین کئے گئے ہیں جن کی تفصیلات مستقل جاری ہوں گی۔

.....☆☆☆.....

لاکھوں انسانوں کا محتاج ہے۔ ان کے باہمی تعاون و تناصر سے ہی سارے دنیا کا نظام چلتا ہے۔ اور اگر غور کیا جائے تو یہ تعاون دنیوی زندگی ہی میں ضروری نہیں۔ مرنے سے لے کر قبر میں دفن ہونے تک کے سارے مرافق بھی اسی تعاون کے محتاج ہیں۔ بلکہ اس کے بعد بھی اپنے پیچھے رہنے والوں کی دعائے مغفرت اور ایصال ثواب کا محتاج رہتا ہے۔

حق جل شانہ نے اپنی حکمت بالغہ اور قدرت کاملہ سے اس جہاں کا ایسا محکم نظام بنایا ہے کہ ہر انسان کو دوسرے کا محتاج بنادیا۔ غریب آدمی پیسوں کے لئے مالدار کا محتاج ہے تو بڑے سے بڑا مالدار بھی محنت و مشقت کے لئے غریب مزدور کا محتاج ہے۔ سوداگر گاہوں کا محتاج ہے اور گاہک سوداگروں کا۔ مکان بنانے والا معمار، لوہار، بڑھی کا محتاج ہے اور یہ سب اس کے محتاج ہیں۔ اگر یہ ہمہ گیر احتیاج نہ ہوتی اور تعاون محض اخلاقی برتری پر رہ جاتا تو کون کس کا کام کرتا۔ اس کا وہی حشر ہوتا جو عام اخلاقی قدروں کا اس دنیا میں ہو رہا ہے۔ اور اگر یہ تقسیم کا رسی حکومت یا بین الاقوامی ادارہ کی طرف سے بصورت قانون کر بھی دی جاتی تو اس کا بھی وہی انجام ہوتا جو آج پوری دنیا میں دنیا کے قانون کا ہو رہا ہے۔ کہ قانون ایکٹوں میں محفوظ ہے اور بازار اور دفاتر میں رشوت، بے جار عایت، فرض ناشناسی اور بے عملی کا قانون چل رہا ہے۔ یہ محض حکیم الحکماء، قادر مطلق کا الہی نظام ہے کہ مختلف لوگوں کے دلوں میں مختلف کاروبار کی امنگ اور صلاحیت

کے معاملہ میں بھی انصاف ہی کرنا تمہارا فرض ہے۔ یہ اسلام ہی کی خصوصیات میں سے ہے کہ وہ دشمنوں کے حقوق کی حفاظت کرتا ہے اور ان کے ظلم کا جواب ظلم سے نہیں بلکہ انصاف سے دینا سکھاتا ہے۔

باہمی تعاون و تناصر کا قرآنی اصول

وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدُوَانِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ.

یہ سورہ مائدہ کی دوسری آیت کا آخری جملہ ہے۔ اس میں قرآن حکیم نے ایک ایسے اصولی اور بنیادی مسئلہ کے متعلق ایک حکیمانہ فیصلہ دیا ہے جو پورے نظام عالم کی روح ہے۔ اور جس پر انسان کی ہر صلاح و فلاح بلکہ خود اس کی زندگی اور بقا موقوف ہے۔ وہ مسئلہ ہے باہمی تعاون و تناصر کا۔ ہر ذی ہوش انسان جانتا ہے کہ اس دنیا کا پورا انتظام انسانوں کے باہمی تعاون و تناصر پر قائم ہے۔ اگر ایک انسان دوسرے انسان کی مدد نہ کرے تو کوئی اکیلا انسان خواہ وہ کتنا ہی عقلمند یا کتنا ہی زور آور یا مالدار ہو، اپنی ضروریات زندگی کو تھا حاصل نہیں کر سکتا۔ اکیلا انسان نہ اپنی غذا کے لئے غلہ اگانے سے لیکر کھانے کے قابل بنانے تک کے تمام مرافق کو طے کر سکتا ہے نہ لباس وغیرہ کے لئے روئی کی کاشت سے لیکر اپنے بدن کے موافق کپڑا تیار کرنے تک بیشمار مسائل کا حل کر سکتا ہے اور نہ اپنے بوجہ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کر سکتا ہے۔ غرض ہر انسان اپنی زندگی کے ہر شعبہ میں دوسرے ہزاروں،

مختلف شہروں کے آپ کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں۔ اور ایک لقمه جو آپ کے منہ تک پہنچا ہے اس میں لاکھوں مشینوں، جانوروں اور انسانوں نے کام کیا ہے۔ تب یہ آپ کے ذائقہ کو سنوار سکا ہے۔ آپ صحیح گھر سے نکلے تین چار میل جانا ہے جس کی طاقت یا فرصت آپ کو نہیں۔ آپ کو اپنے کسی قریبی مقام میں بیٹھی اور رکشہ یا بس کھڑی ہوئی ملے گی، جس کا لوہا آسٹریلیا کا، لکڑی برمائی، مشینی امریکہ کی، ڈرائیور فرنٹیئر کا، کنڈکٹر یوپی کا، یہ کہاں کہاں کے سامان اور کہاں کی مخلوق آپ کی خدمت کے لئے کھڑی ہے کہ صرف چند پیسے دے کر آپ ان سب سے خدمت لے لیں۔ ان کو کس حکومت نے مجبور کیا ہے یا کس نے پابند کیا ہے کہ یہ ساری چیزیں آپ کے لئے مہیا کر دیں سوائے اس قانون قدرت کے جو قلوب کے مالک نے تکونی طور پر ہر ایک کے دل پر جاری فرمادیا ہے۔

آج کل سو شلست ممالک نے اس قدرتی نظام کو بدل کر ان چیزوں کو حکومت کی ذمہ داری بنالیا۔ کون انسان کیا کام کرے۔ اس کے لئے ان کو سب ہزاروں انسانوں کو قتل کیا گیا۔ ہزاروں کو قید کیا گیا۔ باقی ماندہ انسانوں کو شدید جبر و ظلم کے ذریعہ مشین کے پزوں کی طرح استعمال کیا۔ جس کے نتیجہ میں اگر کسی جگہ کچھ اشیاء کی پیداوار بڑھ بھی گئی تو انسانوں کی انسانیت ختم کر کے بڑھی، تو یہ سودا ستانہیں پڑا۔ قدرتی نظام میں ہر انسان آزاد بھی ہے اور قدرتی تقسیم طبائع کی بنا پر

پیدا کر دی۔ انہوں نے اپنی اپنی زندگی کا محور اسی کام کو بنالیا۔

ہر یک را بہر کارے ساختند
میل اور اردوش انداختند!
ورنہ اگر کوئی بین الاقوامی ادارہ یا کوئی حکومت لوگوں میں تقسیم کار کرتی اور
کسی جماعت کو بڑھنی کے کام کے لئے، کسی کو لوہار کے کام کے لئے، کسی کو خاکر و ب
کے کام کے لئے، کسی کو پانی کے لئے، کسی کو خوراک کے لئے مقرر کرتی۔ تو کون اس
کے حکم کی ایسی اطاعت کرتا کہ دن کا چین اور رات کی نیند خراب کر کے اس کام میں
لگ جاتا۔

اللہ تعالیٰ جل شانہ نے ہر انسان کو جس کام کے لئے پیدا کیا ہے اس کام کی
رغبت اس کے دل میں ڈال دی، وہ بغیر کسی قانونی مجبوری کے اس خدمت ہی کو اپنی
زندگی کا کام سمجھتا ہے اس کے ذریعہ اپنی روزی حاصل کرتا ہے۔ اس نظامِ حکم کا یہ
نتیجہ ہوتا ہے کہ انسان کی ساری ضروریات چند لکھے خرچ کرنے سے بآسانی حاصل
ہو جاتی ہیں۔ پاپکایا کھانا، سلاسلایا کپڑا۔ بنا بنا یا فرنچس، تیار شدہ مکان سب کچھ ایک
انسان کچھ پیسے خرچ کر کے حاصل کر لیتا ہے۔ اگر یہ نظام نہ ہوتا تو ایک کروڑ پتی
انسان اپنی پوری دولت لٹا کر بھی گندم کا ایک دانہ حاصل نہ کر سکتا۔ اسی قدرتی نظام کا
نتیجہ ہے کہ آپ ہوٹل میں قیام پذیر ہو کر جس جس چیز سے فائدہ اٹھاتے ہیں اگر ان
کا تجزیہ کریں تو معلوم ہو گا کہ آٹا امریکہ کا، گھنی پنجاب کا، گوشت سندھ کا، مسالے
مختلف ملکوں کے، برلن اور فرنچس مختلف ملکوں کا، کام کرنے والے بیرے باور پی

اسباق حديث

حدیث کے اصلاحی مضمایں

افادات: حضرت مولانا مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم

تحنیک کی سنتیت اور اس کا طریقہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بچہ پیدا ہوتے ہی اس کو نہلا دھلا کر ان کی والدہ نے میرے حوالے کیا کہ اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھنیک کروانے اور نام پوچھنے کے واسطے لے جاؤ۔ اور ساتھ میں کچھ کھجوریں بھی دیں۔ مدینہ والوں کا دستور ہی تھا کہ جب کبھی کوئی بچہ پیدا ہوتا تھا تو اس کو نہلا دھلا کر تھنیک کے واسطے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچاتے ان کو بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ جب حضرت انس رضی اللہ عنہ بچے کو لیکر وہاں پہنچے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نو مولود کو دیکھ کر پوچھا: کچھ ساتھ میں لائے ہو؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں! کجھوں ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کھجوریں لیں اور اپنے منہ سے چبا کر نرم کیا اور پھر اپنے دہن مبارک سے اس کو نکال کر اس بچے کے تالوں میں چپکا دی، اسی کو تھنیک کہتے ہیں۔

تحنیک کیوں؟

یہ مستحب ہے کہ بچہ پیدا ہو تو اس کو نہلا دھلا کر اس کے دائیں کان میں

خاص خاص کاموں کے لئے مجبور بھی اور وہ مجبوری بھی چونکہ اپنی طبیعت سے ہے اس لئے اس کو کوئی بھی جرم حسوس نہیں کرتا۔ سخت سے سخت محنت اور ذلیل سے ذلیل کام کے لئے خود آگے بڑھنے والے اور کوشش کر کے حاصل کرنے والے ہر جگہ ہر زمانے میں ملتے ہیں۔ اور اگر کوئی حکومت ان کو اس کام کے لئے مجبور کرنے لگے تو یہ سب اس سے بھاگنے لگیں گے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ساری دنیا کا نظام باہمی تعلق پر قائم ہے لیکن اس تصویر کا ایک دوسرا رُخ بھی ہے کہ اگر جرائم، چوری، ڈاکہ، قتل و غارتگری وغیرہ کے لئے یہ باہمی تعاون ہونے لگے۔ چور اور ڈاکوؤں کی بڑی بڑی اور منظم قوی جماعتوں بن جائیں تو یہی تعاون و تناصر اس عالم کے سارے نظام کو درہم بہی کر سکتا ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ باہمی تعاون ایک دو دھاری تلوار ہے جو اپنے اوپر بھی چل سکتی ہے۔ اور نظام عالم کو برباد بھی کر سکتی ہے۔ اور یہ عالم چونکہ خیر و شر اور اچھے برے، نیک و بد کا ایک مرکب مجموع ہے۔ اس لئے اس میں ایسا ہونا کچھ بعید بھی نہ تھا کہ جرائم اور قتل و غارت یا نقصان رسانی کے لئے باہمی تعاون کی قوت استعمال کرنے لگیں اور یہ صرف احتمال نہیں بلکہ واقعہ بن کر دنیا کے سامنے آ گیا۔ تو اس کے رد عمل پر عقلائے دنیا نے اپنے تحفظ کے لئے مختلف نظریوں پر خاص خاص جماعتوں یا قوموں کی بنیاد ڈالی کہ ایک جماعت یا ایک قوم کے خلاف جب کوئی دوسری جماعت یا قوم حملہ آور ہو تو یہ سب ان کے مقابلہ میں باہمی تعاون کی قوت کو استعمال کر کے مدافعت کر سکیں۔

کی دعا کا اثر تھا۔ اس صحبت سے جو بچہ پیدا ہوا اس بچے کی اولاد میں ۹ ریٹیے اس زمانے میں عالم بنے۔

اور اسی حدیث میں مسلم شریف کی روایت میں یہ ہے کہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کا بیٹا جو حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہ کے بطن سے پیدا ہوا تھا، اس کا انتقال ہوا۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ باہر تشریف لے گئے تھے۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہ نے خاندان والوں سے کہا کہ جب وہ واپس آئیں تو تم میں سے کوئی ان کو اطلاع مت دینا۔ بچے کے انتقال کی اطلاع میں خود دوں گی۔ آج کل توحال یہ ہوتا ہے کہ ماں کی توہمت ہی نہیں ہوتی، ماں کا تو اس وقت کوئی نام ہی نہیں لے سکتا۔ اور وہاں دیکھئے کہ والدہ کتنا صبر کا اظہار کر رہی ہیں۔ جب وہ سفر سے واپس آئے تو حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہ نے کھانا پیش کیا، انہوں نے کھایا پیا، اور پھر حضرت ام سلیم نے ان کے لئے بناؤ سنگھار کیا۔ ویسے بھی سفر سے آئے تھے طبیعت میں تقاضہ تھا تو صحبت بھی کی۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ کھاپی کر سیراب بھی ہو گئے اور اپنی جو طبعی ضرورت تھی وہ بھی پوری کر لی، اب طبیعت پر کوئی تقاضہ نہیں ہے۔ اب غور کیجئے کہ وہ کیسے اتنچھے انداز سے بچے کے انتقال کے متعلق ان کو کہہ رہی ہیں۔ انہوں نے کہا: ابو طلحہ! اچھا ایک بات بتلائیے، میں آپ سے ایک مسئلہ پوچھتی ہوں اگر کسی نے کسی کو کوئی چیز امانت کے طور پر رکھنے کے لئے دی ہو، چیز تو دوسرے کی ہے اس نے استعمال کے واسطے دی ہے۔ اگر وہ اپنی چیز واپس مانگے تو کیا وہ گھر والے انکار کر سکتے ہیں؟ کہ نہیں دیں گے۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ

اذان اور بائیں کان میں اقامت کی جائے اور کسی صالح و نیک آدمی کے پاس اس کو لے جائیں وہ بھوریا کوئی میٹھی چیز نرم کر کے اس کے تالو سے چکا دے گا، اسی کو تھنیک کہتے ہیں۔ اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس کے جسم میں ایک صالح آدمی کے ثمرات ہوں اور اس کی وجہ سے آئندہ اس کے اندر صلاح کی صورتیں پیدا ہوں، اسی کو گھٹھی دینا کہتے ہیں، اب ہمارے یہاں یہ ہوتا ہے کہ تیار گھٹھی بازار سے لے آتے ہیں۔ یہ صورت بیکار ہے۔ گھٹھی کا مقصد تو یہ ہے کہ اس کے لئے صلاح اور نیکی کے راستوں کو ہموار کرنا ہے، اسی لئے کسی صالح آدمی کے پاس ہو۔ آج کل اس کا اہتمام نہیں رہا۔ اس کا بڑا اہتمام کرنے کی ضرورت ہے۔

ہمارے ایک ملنے والے نے بتلایا کہ ان کی بہن پیدا ہوئی تھی۔ اپنیال میں کسی ہندو عورت نے گھٹھی دے دی تو اس کا اثر یہ ہوا کہ وہ گوشت ہی نہیں کھاتی۔ گوشت سے اس کی نفرت ہے۔ یہ اس کا اثر ہے۔

بہر حال! واقعہ یہ ہے کہ جس کے ذریعہ سے تھنیک کرائی جاتی ہے اس کے اثرات بچے میں آتے ہیں۔ اس لئے یہ مسنون قرار دیا گیا ہے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تھنیک کی اور اس کا نام عبد اللہ رکھا۔

ایک انصاری صحابی کہتے ہیں کہ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی تھی کہ اللہ ان کے لئے برکت دیجیے۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ یہ بچہ جس کا نام عبد اللہ رکھا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تھنیک کی تھی، ان عبد اللہ کے بیٹوں میں ۹۶ بیٹوں کو میں نے دیکھا کہ سب کے سب بڑے عالم بنے۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

ہوئے، حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کو تو بیوی کے در دیڑھ کی وجہ سے وہیں رکنا پڑا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ جانے لگے تو حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ سے دعا کی: اے باری تعالیٰ! آج تک تو میرا معمول یہ رہا کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں تشریف لے جاتے تھے تو میں سفر میں ساتھ جاتا تھا اور جب آپ مدینہ میں داخل ہوتے تھے تو میں آپ کے ساتھ ہی مدینہ میں داخل ہوتا تھا۔ لیکن اے اللہ! آج تو دیکھ رہا ہے کہ یہ بیوی کے ولادت کے درد کی وجہ سے مجھے یہاں رکنا پڑ رہا ہے۔ بس یہ دعا کی اور اسی وقت حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا: اے ابو طلحہ! میں جو درمحسوس کر رہی تھی وہ درداب نہیں ہے۔ چلو۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی مدینہ میں داخل ہوئے۔ پھر دوسرے دن درد ہوا اور پچ پیدا ہوا۔ یعنی حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کی جو تمنا تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ واپسی ہو، وہ بھی پوری ہوئی۔

بہر حال! یہاں تو بتانا یہ ہے کہ دیکھئے! پچ کی موت پر حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کتنے بڑے صبر کا مظاہرہ کیا کہ پچ کی ماں ہونے کے باوجود بچے کے باپ سفر سے واپس آئے تو ان کے سامنے فوراً اس واقعہ کی اطلاع نہیں دی، بلکہ ان کے لئے صبر آسان ہو، اس کے لئے ایک مثال دے کر ایک مسئلہ پوچھا، تاکہ وہ آسانی کے ساتھ صبر کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی صحیح توفیق عطا فرمائے۔

عنہ نے کہا: نہیں! کیسے انکار کر سکتے ہیں۔ پھر کہا: اپنے بیٹی کی موت پر صبر سے کام لیجئے۔ اب اطلاع دی کہ بیٹی کا انتقال ہو گیا۔ گویا یہ چیز اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہم کو استعمال کے واسطے دی گئی تھی، ماں باپ کو اولاد دی جاتی ہے تاکہ اس کے ذریعہ سے ان کا جی خوش ہو، اللہ تعالیٰ ایک وقت مقرر تک دیتے ہیں، جب وہ وقت پورا ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے لے لیا۔ اس کے لینے پر دل سے ناراض ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا پر ناراض ہوئے، ناراض اس اطلاع پر نہیں ہوئے بلکہ اس بات پر ہوئے کہ پہلے ہی خبر کیوں نہ دے دی، تم نے کھانا دیا، میں نے کھایا، پھر میں نے صحبت بھی کی اس کے بعد اب تم کہہ رہی ہو۔ پھر حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئے اور حالت بیان کی اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا دی۔ راوی کہتے ہیں کہ اس صحبت کی وجہ سے حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کو حمل ٹھہرا۔

اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں تشریف لے گئے اس میں حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا بھی اپنے شوہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ شریک سفر تھیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر سے واپس ہوتے تھے تو مدینہ میں رات کے وقت داخل نہیں ہوتے تھے بلکہ باہر ٹھہر جاتے تھے۔ چنانچہ اس سفر سے بھی جب واپس آئے اور باہر ٹھہرے اسی وقت حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کو در دیڑھ شروع ہوا۔ جب صحیح ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تورفقاء کے ساتھ مدینہ کے لئے روانہ

الاحدیث القدسیة

یعنی حق جلس مجدہ کی باتیں

حضرت مولانا مفتی نبین اشرف قاسمی صاحب

اللہ پاک خالص اعمال کو قبول کریں گے

اِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ يُجَاءُ بِالاعْمَالِ فِي صُحْفٍ مُّحَكَّمٍ، فَيَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَ جَلَّ : إِقْبَلُوا هَذَا وَ رُدُّوا هَذَا، فَيَقُولُ الْمَلَائِكَةُ : وَ عِزِّتُكَ مَا كَتَبْنَا إِلَّا بِمَا عَمِلَ، فَيَقُولُ : أَنَّ عَمَلَهُ كَانَ لِغَيْرِ وَجْهِيْ وَأَنِّي لَا أَقْبُلُ الْيَوْمَ إِلَّا مَا كَانَ لِوَجْهِيْ، (اخرجه ابن عساکر عن انس)

ترجمہ: جب قیامت کا دن ہوگا، بندوں کے اعمال نامے محفوظ اور سلسلہ پیک حاضر کئے جائیں گے جن کو دیکھ کر حق جلس مجدہ فرمائیں گے، یہ قبول کرلو اور یہ رد کردو، فرشتے عرض کریں گے رب العالمین تیری عزت کی قسم ہم نے تو ہی لکھا تھا جو اس بندہ نے عمل کیا تھا، (اور دلوں کے بھید اور خلوص کا ہمیں کیا علم اس کو تو آپ ہی جانتے ہیں)

حق جلس مجدہ ارشاد فرمائیں گے: دیکھوا ہر وہ عمل جو دوسروں کو دکھلانے کے لئے کیا گیا ہو۔ اس کو میں کیوں کرتیں کرتیں کروں، میں تو ہی قبول کروں گا جس سے میری رضا و خوشی کا ارادہ کیا گیا ہو۔

عن ابی هریرہ رضی اللہ عنہ آنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَيْسَ الشَّدِيدُ بِالصُّرُعَةِ إِنَّمَا الشَّدِيدُ الَّذِي يَمْلِكُ نَفْسَهُ عِنْدَ الْغَضَبِ.

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت پیش کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (لَيْسَ الشَّدِيدُ بِالصُّرُعَةِ) ”صرعہ“ عربی زبان میں اس آدمی کو کہتے ہیں جو لوگوں کو مقابلے کے وقت پچھاڑ دے یعنی پہلوان۔ پہلوان قوت والا آدمی نہیں ہے یعنی اس کے متعلق آپ یہ بات نہیں کہہ سکتے کہ وہ زور آور، بڑا قوی اور پہلوان ہے جو لوگوں کو پچھاڑ دے۔ اِنَّمَا الشَّدِيدُ الَّذِي يَمْلِكُ نَفْسَهُ عِنْدَ الْغَضَبِ۔ قوی اور توانا آدمی تو وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے آپ کو کنٹرول میں رکھے، وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے یہاں توانا اور قوی ہے۔ حقیقت تو یہی ہے کہ جو آدمی اپنے نفس پر قابو پالے وہ حقیقی معنی میں بڑا پہلوان کہا جائے گا۔ مقابلے کے وقت لوگوں کو پچھاڑ دینا، یہ کوئی اونچی بات نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ آدمی غصے کے وقت اپنے آپ پر کنٹرول کرے۔ ویسے بھی غصے کی وجہ سے عام طور پر آدمی کی غور و فکر اور سوچنے سمجھنے کی صلاحیت مفقود ہو جاتی ہے اور پھر وہ ایسے افعال اور ایسی حرکتیں انجام دیتا ہے جس کے نتیجے میں بعد میں اس کو بڑی ندامت اور پیشمانی ہوتی ہے۔

ترجمہ: جب سخت گرمی کا دن ہوتا ہے، تو حق جل مجدہ تبارک و تعالیٰ صفات "سمع و بصر" کے ساتھ روئے زمین کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، لہذا جب کوئی شخص لا الہ الا اللہ ما اشد حر هذا الیوم اللهم اجرني من حر جهنم، اللہ پاک کے سوا کوئی معبد حقیقی نہیں آج کیا سخت گرمی ہے، اے اللہ تو مجھ کو جہنم کی گرمی سے محفوظ فرماء، نجات دیدے، جب بندہ یہ کہتا ہے تو حق جل مجدہ جہنم سے خطاب کرتے ہیں کہ میرے بندوں میں سے ایک بندہ نے تیری گرمی سے نچنے کی مجھ سے پناہ مانگی ہے، میں تجوہ کو گواہ بناتا ہوں کہ تجوہ سے میں نے اس کو پناہ دیدی ہے، اور جب سخت سردی کا دن ہوتا ہے تو حق جل مجدہ تبارک و تعالیٰ صفات "سمع و بصر" کے ساتھ زمین والوں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں لہذا جب کوئی بندہ لا الہ الا اللہ ما اشد برد هذا الیوم اللهم اجرني من زمهریر جہنم، اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبد حقیقی نہیں آج کتنی شدید سردی ہے۔ اے اللہ! تو مجھ کو زمهریر کی سردی سے نجات دیدے۔ جب بندہ یہ کہتا ہے تو حق جل مجدہ جہنم سے خطاب کرتے ہیں، میرے بندوں میں سے ایک بندہ نے تیری سردی سے پناہ مانگی ہے۔ اے زمهریر جہنم میں تجوہ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اس کو پناہ دیدی ہے۔ صحابہؓ نے سوال کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زمهریر جہنم کیا بلاعہ ہے؟ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ جہنم میں ایک ایسا مکان ہے جس میں کافر کوڑا لاجائے گا تو اس کی ٹھنڈک سے اعضاء جسم جدا جدا ہو جائیں گے۔ فائدہ: جہنم کا ایک حصہ انہائی ٹھنڈا ہوگا، جیسا کہ آج کل کوڑا اسٹور ہوا کرتا ہے

فائدہ: اللہ پاک علیم بذات الصدور ہیں، غنی و بے نیاز ہیں، بندے کا ہر وہ عمل جو ذات حق کے لئے نہ ہو، اس کو کر کے اپنے کو بے مقصد تھا نا ہے، اللہ پاک ہمیں اخلاص عطا فرمائے، اور غلط جذبہ وارادہ سے محفوظ رکھے۔ دوستو! اخلاص کسی بزرگ کی جو تیوں کو سیدھی کرنے سے نصیب ہوگا یا پھر موجودہ وقت میں امت محمدی اللہ علیہ وسلم کی خیرخواہی کے لئے در بر رہو کریں کھانے سے۔ اللہ تو ہمیں سیدھی راہ پر استقا مت عطا فرم۔ آمین

زمه ری جہنم

اذا كان يوم حارٌ ألقى الله سمعة وَ بَصَرَهُ إِلَى أَهْلِ الْأَرْضِ،
فَاذَا قَالَ الرَّجُلُ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مَا اشَدَّ حَرًّا هَذَا الْيَوْمُ! اللَّهُمَّ اجِرْنِي
مِنْ حَرًّ جَهَنَّمَ، قَالَ : قَالَ اللَّهُ تَعَالَى لِجَهَنَّمَ: إِنَّ عَبْدًا مِنَ عَبِيدِي
إِسْتَجَارَنِي مِنْ حَرِّكِ وَإِنِّي أُشْهِدُكَ أَنِّي قد أَجَرْتُهُ مِنْكِ، وَإِذَا
كَانَ يَوْمٌ شَدِيدُ الْبَرْدِ الْقَى اللَّهُ سَمْعَهُ وَ بَصَرَهُ إِلَى أَهْلِ الْأَرْضِ،
فَاذَا قَالَ الْعَبْدُ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مَا اشَدَّ بَرْدًا هَذَا الْيَوْمُ اللَّهُمَّ اجِرْنِي
مِنْ زَمْهَرِيرِ جَهَنَّمَ، قَالَ اللَّهُ لِجَهَنَّمَ: اَنَّ عَبْدًا مِنْ عَبِيدِي اسْتَجَارَنِي
مِنْ زَمْهَرِيرِكِ وَإِنِّي أُشْهِدُكَ أَنِّي قد أَجَرْتُهُ، قَالُوا: وَمَا زَمْهَرِيرُ
جَهَنَّمَ؟ قَالَ: بِيُتٌ يُلْقَى فِيهِ الْكَافُرُ فَيُتَمِيزُ مِنْ شِدَّةِ بَرِدِهِ بَعْضُهُ مِنْ
بعضٍ۔ اخْرَجَهُ ابْنُ السَّنِي فِي عَمَلِ الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ، وَابْنُ نَعِيمَ وَابْنُ
النَّجَارِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ وَابِي هَرِيرَةَ مَعًا۔

قرآن مجید نے ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار کہا ہے۔
(جہنم کے خوناک مناظر ص ۹۵)

عرفہ کے دن کی فضیلت اور بندوں کی مغفرت

اذا كان عشيّة عرفة هبط اللّه الى السماء الدنيا فينظر الى خلقه
فيقول: انظروا الى عبادى. يباهي بهم الملائكة: شعثاً عُبْراً
ارسلت اليهم رَسُولاً فصَدَّقُوا رَسولِي، وَانزَلْتُ عَلَيْهِم كِتابَ
فآمنوا بكتابي، اشهدكم انى قد غفرت لهم ذنوبهم؟ فاذا كانت
غداة المزدلفة ايضاً نزل الى السماء الدنيا فنظر الى خلقه فقال:
مثل ذلك: اشهدكم انى قد غفرت لهم ذنوبهم كُلّها.

خرجه ابو الشیخ فی الثواب عن ابن عمر

ترجمہ: جب یوم عرفہ کی شام ہوتی ہے تو حق جل مجدہ آسمان دنیا پر نزول رحمت کے ساتھ جلوہ افروز ہوتے ہیں اور اپنی مخلوق کو عنایت و مہربانی کے ساتھ دیکھتے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں میرے بندوں کو دیکھو! فرشتوں کے اوپر بندوں کی شرافت و کرامت کو جلتاتے ہیں کہ یہ بندے غبارآلود ہیں، پرانگدہ حال ہیں۔ میں نے اپنا رسول ان کے پاس بھیجا جس کی انہوں نے تصدیق کی، اور میں نے اپنی کتاب نازل کی جس پر یہ ایمان لائے فرشتو! میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان سب مجمع والوں کی مغفرت کر دی (ان کے گناہوں کو بخشن دیا) پھر جب مزدلفہ کی صبح ہوتی ہے تو حق جل مجدہ آسمان دنیا پر جلوہ افروز ہوتے ہیں اور مخلوق

جس کی شدت ٹھنڈک سے اعضاء جسم کٹ کر گر پڑیں گے، دراصل حق جل مجدہ کی ذات قدر و عزیز ہے وہ انسانیت کو تحریر دوسرا کشی اور عدم عبادت و اطاعت کا مختلف انداز سے مزہ چکھائے گی کیوں کہ کفار و مشرکین دنیا میں نت نئے طریقے کفر و شرک کے ایجاد کیا کرتے ہیں اور پھر اپنی گمراہی پر خوش ہوتے ہیں حق جل مجدہ قیامت میں ہر نئے باب کفر کی سزا نئے نئے عقاب و عذاب سے دیں گے تاکہ عقاب و عذاب کے اندر مناسبت و مجانست ہو لہذا اس بات کا یقین رکھنا تقاضائے ایمان میں سے ہے کہ جو اللہ پاک نار جہنم سے سزادیں گے وہ دوسرے انداز سے بھی سزاد ہیں پر قادر ہیں پرویزی بد بخت لوگ توسرے سے اس عذاب ہی کا انکار کرتے ہیں مگر کیا ان کا انکار ان کو عذاب سے بچا لے گا یا وہ بچ جائیں گے۔

طبقات و درگات جهنم یا اسماء جهنم

علماء کرام (اللہ پاک جزاۓ خیر دے) نے جہنم کے ساتھ طبقات لکھے ہیں:

(۱) اعلیٰ الدر کات: (اس کو جہنم بھی کہتے ہیں) یعنی سب سے اوپر والی جہنم جس میں امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گنگا رو تظہیر کے لئے ڈالا جائے گا۔

(۲) لظیہ : اس میں نصاریٰ یعنی امت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام ہوں گے۔

(۳) الْحَطَمَهُ: اس میں یہودی ہوں گے۔ (۲) السَّعِيرُ: اس میں صائین

۶) الجَحِيْمُ: اس میں ہوں گے۔ (۵) سَقَرٌ: اس میں مجوسی ہوں گے۔

مشرکین عرب ہوں گے۔ (۷) **الْهَاوِيَة**: اس میں منافقین ہوں گے اسی کو

مت پُر چھ ان خرقہ پوشوں کی.....(قسط نمبر ۲۳)

از: مولانا مفتی سید محمد اسحاق نازکی قاسمی صاحب

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی [علیه رحمۃ اللہ الباری]
بعض تاریخی روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ سنگ بنیاد ڈالتے وقت حضرت
نانوتویؒ نے ایک تقریر فرمائی پھر تمام حضرات سے فرمایا کہ آپ سب مدرسے کی بنیاد
کی جگہ شریک ہوں چنانچہ جب یہ مقدس مجتمع اس جگہ آیا تو سب سے پہلے پہلی اینٹ
وہاں میاں جی منے شاہ (دیوبند کے ایک مجدد بصفت ولی) نے رکھی، دوسری
اینٹ حضرت حاجی صاحب (سید عبدالحسین صاحب) نے تیسرا حضرت گنگوہیؒ
(مولانا رشید احمد) نے چوتھی حضرت نانوتویؒ نے رکھی۔ پھر باقی حضرات نے
رکھی۔ (تذكرة مشائخ دیوبند، ارواح ثالثہ)

حضرت محدث سہار نپوریؒ (مولانا احمد علی صاحب) ۹ رذی الحجہ ۱۴۹۲ھ
کے پہلے جلسہ تشقیم اسناد کے موقع پر تشریف لائے تھے اور انہی کے مبارک ہاتھوں
فارغین کو دستار فضیلت بندھوائی گئی۔ سبحان اللہ! کیا شان ہے اس جلسہ دستار بندی
کی! اسی دوران یہ بھی طے ہوا کہ خریدی ہوئی زمین میں دارالعلوم کی سنگ بنیاد رکھی
جائے کیوں کہ پھر اتنے اکابر علماء و فضلاء کا دوبارہ جمع کرنا مشکل ہو گا۔ چنانچہ ادھر
جلسہ ختم ہوا تو ادھر سنگ بنیاد ڈالی گئی۔ (ملخصاً از حیات اور کارنا مے ص ۳۱-۳۲)

یاد رہے ”میاں جی نور محمد شاہ صاحب“ المعروف منے شاہ مجدد بصفت بزرگ تھے

کو رحمت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور فرماتے ہیں۔ فرشتو! گواہ رہو! میں نے ان
تمام مجمع والوں کے گناہوں کو معاف کر دیا اور ان کو نجات دے دی۔

اذا كان يوم عرفة نزل رب عز و جل الى السماء الدنيا يُباهي
بهم الملائكة فيقول: انظروا الى عبادى اتونى شعثاً غبراً ضاجين
من كل فج عميق، اشهدكم انى قد غفرت لهم، فتقول الملائكة:
ان فيهم فلاناً مُرهقاً و فلاناً، فيقول الله: قد غفرت لهم فما من
يوم اكثراً عتيقاً من النار من يوم عرفة.

آخر جهه ابن ابي الدنيا فیفضل ذی الحجۃ، والبزار وابن خزيمة
وقاسم بن الاصبغ فی مسنده والبیهقی فی شعب الایمان والضیاء
المقدسى وابن عساکر عن جابر

ترجمہ: جب عرفہ کا دن ہوتا ہے تو حق جل مجدہ آسمان دنیا کی طرف جلوہ افروز
ہوتے ہیں اور فرشتوں کے سامنے اپنے بندوں پر فخر کرتے ہیں، ارشاد فرماتے
ہیں: فرشتو! میرے ان بندوں کو دیکھو! جو بکھرے ہوئے بالوں کے ساتھ غبار
آلود پوری دنیا کی مختلف گلی کو چوں سے مجھ کو پکارتے ہوئے آئے ہیں، میں تم کو
گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان تمام مجمع والوں کی مغفرت کر دی، فرشتے عرض
کرتے ہیں یا اللہ! اس مجمع میں فلاں شخص بڑا ہی گنگا رہے؟ حق جل مجدہ
فرماتے ہیں میں نے اس کی بھی مغفرت کر دی۔ عرفہ کے دن سے زیادہ کسی اور
دن میں جہنم سے لوگوں کو نجات نہیں ملتی ہے۔

نشان پر عمارت بنائی جائے، صبح اٹھ کر جب دیکھا گیا تو زمین پر نشان موجود تھا۔ اسی نشان پر بنیاد لکھ دوا کر تعمیر کا کام شروع کر دیا گیا۔ (رودادار ۱۳۰۱ھ ص ۱۲ بحوالہ تاریخ دارالعلوم ج اص ۱۰۵) سبحان اللہ! ہماری مادر علمی! تیری عظموں کو سلام!

اسی تاریخی حقیقت کے پس منظر میں حضرت الاستاذ مولانا ریاست علی صاحب ظفر بجنوری۔ رحمۃ اللہ علیہ۔ اپنے مقبول ترانہ دارالعلوم میں فرماتے ہیں:-

خود ساقی کوثر نے رکھی میخانے کی بنیاد یہاں

تاریخ مرتب کرتی ہے دیوانوں کی رو داد یہاں

مدارس و جامعات کے قیام اور بناء میں حضرت نانوتویؒ کا ہی سب سے زیادہ عمل دخل رہا ہے مساجد و جوامع اور مکاتیب قرآنیہ مزید برآں۔

اس طرح قیام مدارس حضرت نانوتویؒ کی زندگی کا ایک اہم ترین مقصد تھا پھر ان مدارس سے فیض یافتہ حضرات کا یہی قاسمی طرز فکر ہا اس طرح آپؒ کی مختصر سی زندگی میں آپ کے سامنے بلا مبالغہ سینکڑوں مدارس قائم ہوئے تھے اور یہ کہہ کر آپؒ چل دیئے۔

خوب کی سیرچن، پھول چنے، شادر ہے
باغبان! جاتا ہوں میں گلشن تیرا آباد رہے

احقاق حق و ابطال باطل حضرت نانوتویؒ کا دوسرا مقصد حیات

ایک خاص مشن کے تحت یوروپ سے مخصوص تربیت یافتہ پادریوں کو ہندوستان بھیجا جاتا تھا ان کا مقصد صرف اور صرف مسلمانوں میں تحریک ارتدا د

حضرت مرشد عالم (حضرت حاجی امداد اللہ صاحب) کے پیر و مرشد تھے تمیں سال تک تکمیر اولیٰ کبھی فوت نہیں ہوئی علوی خاندان (از اولاد سیدنا حضرت علی مرضیؒ) کے تھے۔ ۱۸۸۵ء میں وفات پائی۔

اس طرح دارالعلوم دیوبند سر بلند چھتہ مسجد سے جامع مسجد تک پھر وہاں سے یہاں دس سال کی مسافت طے کر کے قائم ہوا مگر تعمیر کا آغاز ۱۲۹۳ھ سے ہوا۔
(بحوالہ بالا)

دارالعلوم کے قیام کے کچھ عرصے بعد ہی ملک کے مختلف شہروں اور قصبوں میں اسی طرز پر مدارس کے قیام کا سلسلہ جاری ہوا چنانچہ مظاہر العلوم سہارپور، مدرسہ امدادیہ مراد آباد، مدرسہ قاسمیہ شاہی مراد آباد، مدرسہ اسلامیہ میرٹھ، شہر بریلی میں مدرسہ مصباح التہذیب، مدرسہ مصباح العلوم، تھانہ بھون، گلاوٹھی ضلع بلند شہر میں مدرسہ منبع العلوم اور مدرسہ وزیر العلوم داں پور ضلع بلند شہر وغیرہا۔
خود ساقی کوثر نے رکھی.....

جب سنگ بنیاد ڈالنے کے لئے زمین کی کھدائی مکمل ہوئی اور چاروں طرف نشانات ڈالے جا چکے تھے تو مہتمم ثانی حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحب عثمانی (رحمۃ اللہ علیہ) کو خواب میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی آپ نے ارشاد فرمایا، صلی اللہ علیہ وسلم

”یہ احاطہ بہت مختصر ہے“۔ یہ فرمانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصائے مبارک سے زمین پر بنیاد کے لئے نشان لگا دیا کہ ”دیوار یہاں آنی چاہیے اور اس

فلسفی جانا جاتا تھا مسلمانوں کی دل آزاری کرنے میں اسے مزا آتا تھا۔ دینی حمیت اور لوگوں کے سخت تقاضے کے پیش نظر آپؐ نے اس کے چلنخ کو قبول فرمایا جب حضرت روڑ کی (اتر اکھنڈ) پہونچے تو مختلف حیلوں اور بہانوں سے حضرت نانو تویؓ سے مناظرہ کرنے سے اعراض کرتا رہا حالاں کہ ان دونوں حضرت نانو تویؓ کی دونوں سے مسلسل سخت بیمار چلے آرہے تھے سرسوتی آپؐ کے سامنے آنے کی ہمت نہ کر سکا حالاں کہ چلنخ اس نے کیا تھا اور حضرت نانو تویؓ کا نام بھی اسی نے تجویز کیا تھا کیوں کہ اسے معلوم تھا کہ حضرت اس سخت بیماری میں سفر کرنے اور مباحثہ کرنے سے عاجز ہیں اس طرح اس نے خفتہ اور زخمی شیر کو لکارا جب وہ شیر بیشہ اسلام اپنے غار سے نکلا تو وہ لومڑی کی طرح بھاگ نکلا جب تمام طرح کے حیلوں اور بہانوں کے باوجود اور اسی کی طرف سے لگائے ہوئے شرائط کے باوصف وہ کسی طرح اپنے چھپنے کی جگہ سے باہر نہیں نکلا تو لوگوں کے سخت تقاضے پر حضرت نے برس باز کھلے عام تین روز تک اسلام کی صداقت پر عقلی اور نقلي دلائل کے ڈھیر لگادیئے اور سوامی کے باطل عقائد اور بے وزن دلائل کے تار پور بکھیر دیئے اس کے مکائد کو طشت از بام کر دیا اہل اسلام کے علاوہ فرزندان متیث (عیسائی) اور اصنام پرست (ہندو) حتیٰ کہ اس کے ماننے والے بھی حضرت کی تقریر کو سنتے رہے اہل جلسہ پر سکتہ ساطاری ہوا اور انہیں اسلام کی حقانیت اور باقی مذاہب کا بطلان روشن آفتاب کی طرح دکھائی دینے لگا۔

یہ مجلس وہ مجلس ہے خود فطرت جس کی قسم ہے
اس بزم کا ساقی کیا کہتے جو صحیح ازل سے قائم ہے

پھیلانا تھا چوں کہ حکومت کی سرپرستی میں ان کا مشن جاری تھا لہذا مسلمان کسپری کی حالت میں تھے ان حالات میں ان کا واحد اور ظاہری سہارا یہی علمائے ربانیں تھے۔ (اعلیٰ اللہ درجاتہم فی جنات النعیم)

جب ہم اس حوالے سے تاریخ کی کتابیں دیکھتے ہیں تو ہمیں اس میدان میں بھی حضرت نانو تویؓ کا نام سرفہرست میں ملتا ہے۔ شاہ بھاہ پور میں ”میلہ خدا شناسی“ میں حضرت نانو تویؓ نے ایک گھنٹہ تک مسلسل جو تقریر فرمائی اور عقلی دلائل سے اسلام کی حقانیت و صداقت کو واضح کر دیا اور ہندوؤں اور عیسائیوں کے بڑے فلسفہ دانوں کے سامنے ان ہی کے تسلیم کردہ عقلی دلائل سے ان کے مذاہب کا باطل ہونا ثابت کیا وہ تاریخ دعوت کا ایک حسین ترین باب ہے پادریوں، آریہ سماجیوں اور سناتن و ہصرمیوں کو سر تعلیم خم کئے بغیر کوئی چارہ نہیں رہا۔ تمام شرکائے جلسہ نے اس کو اسلام کی فتح قرار دیا اور فلک شگاف نعروں سے اپنی خوشیوں کا اظہار کیا۔ ان کا سب سے بڑا ہندی پادری (جو پہلے مسلمان تھا) پادری محی الدین پشاوری حضرت نانو تویؓ کی حیرت انگیز تقریر سے مسلمان ہوئے اور پختہ مسلمان بن گئے اور اسلام ہی پر ان کا خاتمه ہوا۔ مسلمانوں کو قوت ملی اور ادیان باطلہ کو علمی بنیادوں پر ذلت آمیز شکست ملی۔

روڑ کی کامنا مظہرہ: جس کا سبب پنڈت دیاندر سرسوتی تھا جو بظاہر بت پرستی کے خلاف تھا اور وحدانیت کا قائل تھا لیکن حقیقت میں اس کا مقصد مسلمانوں کو پریشان کر کے انہیں مرتد بنانا تھا یہ آریہ سماج کا بانی تھا اور اپنے دور میں ہندوؤں کا سب سے بڑا

تفصیل واقعہ معراج

از شیخ انفیر حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی

۱۰۔ نبوی گذر گیا۔ ابتلاء اور آزمائش کی سب منزلیں طے ہو چکیں۔ (دنیاوی نظرؤں میں) ذلت اور رسولی کی کوئی نوع ایسی باقی نہ رہی کہ جو خداوند والجلال کی راہ میں نہ برداشت کی گئی ہو اور ظاہر ہے کہ خدائے رب العزت کی راہ میں ذلت اور رسولی کا انجام سوائے عزت اور رفت اور سوائے معراج اور ترقی کے کیا ہو سکتا ہے؟

چنانچہ جب شعب ابی طالب اور سفر طائف سے (بظاہر دنیا کے اعتبار سے) ذلت انتہاء کو پہنچ گئی تو خداوند والجلال نے اسراء و معراج کی عزت سے سرفراز فرمایا اور آپ کو اس قدر اونچا کیا کہ افضل ملائکۃ المقر بین یعنی جبریل بھی پیچھے اور نیچہ رہ گئے اور ایسے مقام تک سیر کرائی کہ جو کائنات کا منتهی ہے یعنی عرش عظیم تک، جس کے بعد اب اور کوئی مقام نہیں۔

اسی وجہ سے بعض عارفین کا قول ہے کہ عرش تک سیر کرانے میں ختم نبوت کی طرف اشارہ ہے کیونکہ تمام کائنات عرش پر ختم ہو جاتی ہیں۔ کتاب و سنت سے عرش کے بعد کسی مخلوق کا وجود ثابت نہیں۔ اسی طرح نبوت و رسالت کے تمام کمالات آپ پر ختم ہیں۔ فافہم ذلک واستقلم۔

قال الله عز و جل سُبْحَنَ الرَّبِّ الْأَكْبَرِ أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِنْ

میرٹھ جب میدان مناظرہ ٹھہرا:

روڑ کی سے بھاگ کر پنڈت جی میرٹھ پہوچے اور وہاں بھی اس نے مسلمانوں کے خلاف میدان کو گردایا حضرت نے میرٹھ جا کر اس کا تعاقب کیا اور سامنے آنے کے لئے للاکارا مگر وہ بد نصیب وہاں سے بھی بھاگ نکلا۔ حضرت نے عوام کو اسلام سمجھایا اور پنڈت جی کے اعتراضات کے تسلی بخش جواب دیا۔ اہل اسلام کو اطمینان ملا اور غیر مسلم برادری بزبان حال صداقت اسلام کا اعتراف کرنے لگا۔

حتیٰ کہ ان مناظرؤں کی صدائے بازگشت حرم مکہ سے بھی سنادی۔ چنانچہ ”ایک مجہد۔ ایک معمار“ نے اسی رسالے میں ایک طویل مضمون شائع کیا تھا۔ اس کا یہ اقتباس آپ بھی پڑھ لیں:

”اور حقیقت یہ ہے کہ آریوں کے دیانند سرسوتی کے مقابلہ کے لئے خاص طور پر حضرت مولانا نتویؒ کا ظہور تا سید غبیؒ ہی کا نشان ہے اور پھر جس طرح عقائد حقیقتی کی اشاعت اور رد بدعات کا اہم کام مولانا نتویؒ، مولانا گنگوہیؒ اور اس جماعت کے دیگر مقدس افراد کے ذریعہ انجام پایا اس کے آثار باقیہ اب بھی ہماری نگاہوں کے سامنے ہیں۔“ (ص ۷ شائع کردہ دفتر دارالعلوم مدرسہ صولتیہ مکہ مکرہہ بحوالہ سوانح حیات علمائے دیوبندج ص ۲۵)

کہیں ڈھونڈے نہ پائیں گے یہ لوگ
اب نہ دنیا میں آئیں گے یہ لوگ
.....
جاری.....

استراحت پر آرام فرمائے تھے، نیم خوابی کی حالت تھی کہ یکا یک چھت پھٹی اور چھت سے جبریل امین علیہ السلام اترے اور آپ کے ہمراہ اور بھی فرشتے تھے۔ آپ کو جگایا اور مسجد حرام کی طرف لے گئے۔ وہاں جا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم حطیم میں لیٹ گئے اور سو گئے۔ جبریل امین علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام نے آکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جگایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیز زم زم پر لے گئے اور لٹا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک کو چاک کیا اور قلب مبارک کو نکال کر زم زم کے پانی سے دھویا اور ایک سونے کا طشت لایا گیا جو ایمان اور حکمت سے بھرا ہوا تھا۔ اس ایمان اور حکمت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں بھر کر سینہ کو ٹھیک کر دیا اور دونوں شانوں کے درمیان مہربنوت لگائی گئی (جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کی حسی اور ظاہری علامت ہے)۔ بعد ازاں براق لایا گیا۔ براق ایک بہشتی جانور کا نام ہے جو نیچر سے کچھ چھوٹا اور حمار (گدھے) سے کچھ بڑا، سفید رنگ، برق رفتار تھا جس کا ایک قدم منتها بصر پر پڑتا تھا۔ جب اس پر سوار ہوئے تو شوخی کرنے لگا۔ جبریل امین علیہ السلام نے کہا: اے براق! یہ کیسی شوخی ہے، تیری پشت پر آج تک حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) سے زیادہ کوئی اللہ کا مکرم اور محترم بندہ سوار نہیں ہوا۔ براق شرم کی وجہ سے پسینہ پسینہ ہو گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر روانہ ہوا۔ جبریل علیہ السلام و میکائیل علیہ السلام آپ کے ہمراہ تھے۔ اس شان کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہوئے۔

اور بعض روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جبریل امین علیہ السلام نے حضور

الْمَسْجِدُ الْحَرَامُ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى الَّذِي بَرَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِيَّةٍ مِنْ أَيْتَنَا إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ۔ (ترجمہ) پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے خاص بندہ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رات کے ایک قلیل حصہ میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا جس سے اصل مقصد یہ تھا کہ آپ کو آسمانوں کی سیر کرائیں اور وہاں کی خاص خاندانیاں آپ کو دکھلائیں۔ جن کا کچھ ذکر سورہ نجم میں فرمایا ہے کہ آپ سدرۃ المنتہیٰ تک تشریف لے گئے اور وہاں جنت و جہنم و دیگر عجائب قدرت کا مشاہدہ فرمایا۔ تحقیق اصلی سننے والا اور اصلی دیکھنے والا حق تعالیٰ ہے وہی جس کو چاہتا ہے اپنی قدرت کے نشانات دکھلاتا ہے اور پھر وہ بندہ اللہ کی تبصیر سے دیکھتا ہے اور اللہ کے اسماء سے سنتا ہے۔

اصطلاح علماء میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کی سیر کو اسراء کہتے ہیں اور مسجد اقصیٰ سے سدرۃ المنتہیٰ تک کی سیر کو معراج کہتے ہیں اور بسا اوقات اول سے آخر تک کی پوری سیر کو اسراء اور معراج کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں۔ معراج کو معراج اس لئے کہتے ہیں کہ معراج کے معنی سیر ہی کے ہیں۔ مسجد اقصیٰ سے برآمد ہونے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جنت سے ایک سیر ہی لائی گئی جس کے ذریعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آسمان پر چڑھے جیسا کہ ابوسعید خدري رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اس سیر ہی کا ذکر آیا ہے۔ قرآن کریم میں تو یہ واقعہ اسی قدر راجماً مذکور ہے البتہ احادیث میں اس کی تفصیل آئی ہے جن کا خلاصہ یہ ہے:

ایک شب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام ہانی کے مکان میں بستر

نزول اقدس داربست المقدس

الغرض اس شان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس پہنچے اور برّاق سے اُترے۔ صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے برّاق کو اس حلقہ سے باندھ دیا کہ جس سے انبیاء کرام اپنی سواریوں کو باندھتے تھے اور بزار کی روایات میں ہے کہ جبریل امین علیہ السلام نے ایک پھر میں انگلی سے سوراخ کر کے اسی برّاق کو باندھ دیا۔ عجب نہیں کہ برّاق کے باندھنے میں دونوں حضرات شریک ہوں۔ ممکن ہے کہ مرور زمانہ کی وجہ سے وہ سوراخ بند ہو گیا ہو۔ اس لئے جبریل امین علیہ السلام نے اس کو انگلی سے کھول دیا ہو۔

بعد ازاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجدِ اقصیٰ میں داخل ہوئے اور دور کعت (تحیۃ المسجد) ادا فرمائی۔ (رواہ مسلم عن انس) ررقانی ص ۲۵ ج ۶۔ ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اور جبریل امین علیہ السلام دونوں مسجد میں داخل ہوئے اور ہم دونوں نے دور کعت نماز پڑھی۔ (رواہ البیهقی) اور آپ کے قدم میمنت لزوم کی تقریب میں حضرت انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام پہلے ہی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتظار میں موجود تھے، جن میں حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم الصلاۃ والسلام بھی تھے۔

کچھ درینہ گذری کہ بہت سے حضرات مسجدِ اقصیٰ میں جمع ہو گئے پھر ایک موذن نے اذان دی اور پھر اقامت کی۔ ہم صرف باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ اسی

پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کو برّاق پر سوار کیا اور خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ردیف بنے یعنی آپ کے پیچھے برّاق پر سوار ہوئے۔ (دیکھو زرقانی و خصائص کبریٰ۔ باب المران)

شدّاد بن اوس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ راستے میں ایسی زمین پر گذر ہوا کہ جس میں کھجور کے درخت بکثرت تھے، جبریل امین علیہ السلام نے کہا یہاں اُتر کر نماز نفل پڑھ لیجئے۔ میں نے اتر کو نماز پڑھی۔ جبریل امین علیہ السلام نے کہا: آپ کو معلوم بھی ہے کہ آپ نے کس جگہ نماز پڑھی۔ میں نے کہا مجھ کو معلوم نہیں۔ جبریل امین علیہ السلام نے کہا آپ نے پترب لیعنی مدینہ طیبہ میں نماز پڑھی جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھرت کریں گے۔

بعد ازاں روانہ ہوا اور ایک اور زمین پر پہنچے۔ جبریل امین علیہ السلام نے کہا یہاں بھی اُتر کر نماز پڑھیے، میں نے اُتر کر نماز پڑھی۔ جبریل امین علیہ السلام نے کہا آپ نے وادی سینا میں شجرہ موسیٰ کے قریب نماز پڑھی جہاں حضرت حق جل شانہ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا تھا۔ پھر ایک اور زمین پر گذر ہوا۔ جبریل علیہ السلام نے کہا اُتر کر نماز پڑھیے میں نے اُتر کر نماز پڑھی، جبریل امین علیہ السلام نے کہا یہ مقام بیت الحجہ ہے جہاں عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی۔ اخراجہ ابن ابی حاتم والبیهقی و صححہ والبزار و الطبرانی عن شداد بن اوس۔ واما قصہ الصلاۃ بطور سیناء حيث کلم الله موسیٰ علیہ السلام فقد اخرجها النساءی عن انس بن مالک ^{رض} كما فی خصائص کبریٰ ص ۱۵۳ ج ۱

نیز یہ تمام تفصیل زرقانی شرح مواہب کے ص ۳۹ ج ۶ پر مذکور ہے۔

ملائکہ مکر میں کی معیت میں آسمانوں کی طرف عروج و صعود فرمایا۔ بعض روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حسب سابق براق پر سوار ہو کر آسمان پر بلند ہوئے اور بعض روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسجد اقصیٰ سے برآمد ہونے کے بعد جنت سے زمردار زبرجد کی ایک سیر ہی کے ذریعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان کی طرف صعود فرمایا اور سیر ہی کے دائیں بائیں جانب ملائکۃ اللہ آپ کے جلو میں تھے۔

قال ابن اسحاق و اخبرنی من رأيهم عن أبي سعيد قال

سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَمَّا فَرَغْتُ مِمَّا كَانَ فِي بَيْتِ الْمَقْدِسِ أُتَّىٰ بِالْمَعْرَاجِ وَلَمْ أَرْشَيْأَا قَطُّ أَحْسَنَ مِنْهُ وَهُوَ الَّذِي يَمْدُدُ إِلَيْهِ مِيتَكُمْ عَلَيْهِ إِذَا حَضَرَ فَاصْعُدُنَّ فِيهِ صَاحِبَيِّ حَتَّىٰ اِنْتَهِيَ إِلَى بَابِ مِنْ أَبْوَابِ السَّمَاوَاءِ يَقَالُ لَهُ بَابُ الْحَفْظَةِ. الحدیث کذا فی
البداية والهایة ص ۱۱۰ ج ۳ للحافظ ابن کثیر و کذا فی شرح
المواهب للزرقاوی ص ۵۵ ج ۶

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ معتبر اور مستند راویوں نے مجھ کو خبر دی کہ ابوسعید خدریؓ یہ کہتے تھے کہ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جب میں بیت المقدس کے امور سے فارغ ہوا تو ایک سیر ہی لائی گئی کہ اس سے بہتر میں نے کوئی سیر ہی نہیں دیکھی۔ یہ وہ سیر ہی تھی کہ جس پر سے بنی آدم کی ارواح آسمان کی طرف چڑھتی ہیں اور مرتبے وقت میت اسی کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتا ہے۔ میرے رفیق طریق جبریل امین علیہ السلام نے مجھ کو اس سیر ہی پر چڑھایا۔

انتظار میں تھے کہ کون امامت کرے۔ جبریل امین علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھایا۔ میں نے سب کو نماز پڑھائی۔ جب میں نماز سے فارغ ہو گیا۔ جبریل امین علیہ السلام نے کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ آپ نے کن لوگوں کو نماز پڑھائی۔ میں نے کہا مجھ کر معلوم نہیں۔ جبریل امین علیہ السلام نے کہا کہ جتنے بھی نبی مبعوث ہوئے سب نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی۔ اخرج ابن ابی حاتم عن انس۔

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد پر فرشتے بھی آسمان سے نازل ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات انبیاء اور ملائکہ سب کی امامت کرائی۔ جب نماز پوری ہو گئی تو ملائکہ نے جبریل امین علیہ السلام سے دریافت کیا کہ یہ تمہارے ہمراہ کون ہیں۔ جبریل امین علیہ السلام نے کہا یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اخر جهہ ابن حریر والبزار و ابو یعلی والبیهقی من طریق ابی العالية عن ابی هریرۃ اور ایک روایت میں ہے کہ جبریل علیہ السلام نے کہا یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ ملائکہ نے پوچھا کہ کیا ان کے پاس بلانے کا پیغام بھیجا گیا تھا؟ جبریل علیہ السلام نے کہا ہاں۔ فرشتوں نے کہا اللہ تعالیٰ ان کو زندہ سلامت رکھے، بڑے اچھے بھائی اور بڑے اچھے خلیفہ ہیں یعنی ہمارے بھائی ہیں اور خدا کے خلیفہ ہیں۔ بعد ازاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارواح انبیاء کرام سے ملاقات فرمائی۔ سب نے اللہ کی حمد اور شناء کی۔

عروج سموت

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل امین علیہ السلام اور دیگر

سلام کیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے سلام کا جواب دیا اور کہا مرحبا بالابن الصالح والنبی الصالح مرحبا ہو فرزند صالح اور نبی صالح کو اور آپ کے لئے دعا خیر کی اور اس وقت آپ نے دیکھا کہ کچھ صورتیں حضرت آدم علیہ السلام کی دائیں جانب ہیں اور کچھ صورتیں باائیں جانب ہیں۔ جب دائیں جانب نظر ڈالتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں اور جب باائیں جانب دیکھتے ہیں تو روتے ہیں۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے بتایا کہ دائیں جانب ان کی نیک اولاد کی صورتیں ہیں۔ یہ اصحاب یکین اور اہل جنت ہیں اور ان کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔ اور باائیں جانب اولاد بد کی صورتیں ہیں۔ یہ اصحاب ثمال اور اہل نار ہیں، ان کو دیکھ کر روتے ہیں۔ یہ تمام مضمون صحیحین بخاری و مسلم کی روایتوں میں ہے اور مندرجہ ذیل میں ابو ہریرہؓ کی حدیث میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی دائیں جانب ایک دروازہ ہے جس میں سے نہایت عمدہ خوبی آتی ہے اور ایک دروازہ باائیں جانب ہے جس سے نہایت سخت بدلو آتی ہے جب دائیں جانب دیکھتے ہیں تو مسرور ہوتے ہیں اور جب باائیں جانب دیکھتے ہیں تو مغموم ہوتے ہیں۔ (زرقانی ج ۲ ص ۶۰)

پھر دوسرے آسمان پر تشریف لے گئے اور اسی طرح جبریل علیہ السلام نے دروازہ کھلوایا جو ہاں کا دربان تھا اس نے دریافت کیا کہ تمہارے ساتھ کون ہیں۔ جبریل علیہ السلام نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اس فرشتے نے کہا: کیا بلائے گئے ہیں۔ جبریل علیہ السلام نے کہا ہاں۔ فرشتے نے کہا مرحبا نعم المجنی جاء مر جا ہو کیا اچھا آنا آئے۔ یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت یحییٰ علیہ السلام اور

یہاں تک کہ میں آسمان کے ایک دروازے پر پہنچا جس کو باب الحفظ کہتے ہیں۔ حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس کے مشاغل سے فارغ ہونے کے بعد اسی سیڑھی کے ذریعہ آسمان پر تشریف لے گئے اور براق بدستور مسجد اقصیٰ کے دروازے پر بندھا رہا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آسمان سے بیت المقدس میں آ کر رأتے اور پھر اسی براق پر سوار ہو کر مکہ مکرمہ واپس تشریف لائے۔ البدایۃ والنہایۃ ج ۳ ص ۱۱۰۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم براق پر سوار ہو کر اسی سیڑھی پر سے آسمان پر تشریف لے گئے ہوں جیسا کہ بعض علماء کا قول ہے۔ اس صورت میں تمام روایتیں متفق ہو جاتی ہیں اور نیز یہ صورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مزید تکریم و تشریف کا موجب بھی ہے۔ واللہ اعلم۔

سیر ملکوت اور آسمانوں میں انبیاء کرام سے ملاقات

اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم آسمان اول پر پہنچے، جبریل امین علیہ السلام نے دروازہ کھلوایا۔ آسمان دنیا کے دربان نے دریافت کیا کہ تمہارے ساتھ کون ہے۔ جبریل علیہ السلام نے کہا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ فرشتے نے دریافت کیا کہ کیا ان کے بلانے کا پیام بھیجا گیا ہے۔ جبریل علیہ السلام نے کہا ہاں۔ فرشتوں نے یہ سن کر مرحبا کہا اور دروازہ کھول دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آسمان میں داخل ہوئے اور ایک نہایت بزرگ آدمی کو دیکھا۔ جبریل علیہ السلام نے کہا کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے باپ آدم علیہ السلام ہیں۔ ان کو سلام کیجئے، آپ نے

سدرة الْمُنْتَهِيٰ

بعد ازاں آپ کو سدرة الْمُنْتَهِيٰ کی طرف بلند کیا گیا جو ساتویں آسمان پر ایک بیری کا درخت ہے۔ زمین سے جو چیز اور پرجاتی ہے وہ سدرة الْمُنْتَهِيٰ پر جا کر منشی ہو جاتی ہے اور پھر اور پڑھائی جاتی ہے اور ملائے اعلیٰ سے جو چیز اترتی ہے وہ سدرة الْمُنْتَهِيٰ پر آ کر ٹھہر جاتی ہے پھر نیچے اترتی ہے۔ اس لئے اس کا نام سدرة الْمُنْتَهِيٰ ہے۔ اسی مقام پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل امین علیہ السلام کو اصلی صورت میں دیکھا اور حق جل شانہ کی عجیب و غریب انوار و تجلیات کا مشاہدہ کیا اور بے شمار فرشتے اور سونے کے پتنے اور پروانے دیکھے جو سدرة الْمُنْتَهِيٰ کو گھیرے ہوئے تھے۔

مشاہدہ جنت و جہنم

جنت کیونکہ سدرة الْمُنْتَهِيٰ کے قریب ہے جیسا کہ قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے۔ عند سدرة الْمُنْتَهِيٰ عندها جنة الماوی۔ اس لئے ابوسعید خدریؓ کی حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیت معمور میں نماز پڑھنے کے بعد سدرة الْمُنْتَهِيٰ کی طرف بلند کئے گئے اور سدرة الْمُنْتَهِيٰ کے بعد جنت کی طرف بلند کئے گئے اور جنت کی سیر کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جہنم پیش کی گئی یعنی آپ کو دکھلانی گئی۔

اور صحیحین میں ابوذرؓ کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں سدرة الْمُنْتَهِيٰ پر پہنچا جہاں عجیب و غریب الواں اور نگتیں دیکھیں، مجھے معلوم نہیں کہ وہ کیا تھیں۔ پھر مجھے جنت میں داخل کیا گیا تو اس کے گنبدِ موتیوں کے تھے اور

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا۔ جبریل امین علیہ السلام نے کہا کہ یہ تھی اور عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ ان کو سلام کیجئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کیا۔ ان دونوں حضرات نے سلام کا جواب دیا اور مرحباً بالآخر الصالح و بالنبی الصالح کہا یعنی مرحبا ہو برادر صالح کو اور نبی صالح کو۔ بعد ازاں آپ تیرے آسمان میں تشریف لے گئے اور جبریل امین علیہ السلام نے اسی طرح دروازہ کھلوایا۔ وہاں حضرت یوسف علیہ السلام سے ملاقات ہوئی اور اسی طرح سلام و کلام ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ یوسف علیہ السلام کو حسن و جمال کا ایک بہت بڑا حصہ عطا کیا گیا ہے۔ پھر چوتھے آسمان پر تشریف لے گئے وہاں حضرت ادريس علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ پھر پانچویں آسمان پر تشریف لے گئے، وہاں حضرت ہارون علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ پھر چھٹے آسمان پر تشریف لے گئے، وہاں موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ پھر ساتویں آسمان پر تشریف لے گئے، وہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی اور یہ دیکھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت معمور سے پشت لگائے بیٹھے ہیں۔ بیت معمور قبلہ ملائکہ ہے جو ٹھیک خانہ کعبہ کے مقابلہ میں ہے بالفرض وہ گرے تو خانہ کعبہ پر گرے۔ روزانہ ستر ہزار فرشتے اس کا طواف کرتے ہیں اور پھر ان کی نوبت نہیں آتی۔ جبریل علیہ السلام نے کہا یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے باپ ہیں۔ ان کو سلام کیجئے۔ آپ نے سلام کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا اور مرحباً بالآخر الصالح و بالنبی الصالح کہا۔

شہرت اور ناموری کی نہ ملت

ما خواز از احیاء العلوم از: جمیعۃ الاسلام امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی

ترجمہ: مولانا نذیم الواجدی صاحب مدخلہ

جاہ کی اصل شہرت اور ناموری ہے اور شہرت مذموم ہے، بلکہ گئنامی پسندیدہ ہے، الٰی یہ کہ اللہ تعالیٰ کسی کو اپنا دین پھیلانے کے لئے اس کی طلب اور خواہش کے بغیر شہرت عطا فرمادیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

آدمی کے شر کے لئے اتنا کافی ہے مگر جسے اللہ محفوظ رکھے کہ لوگ اس کی طرف اس کے دین یا دنیا کے سلسلے میں انگلیوں سے اشارہ کریں۔

بِحَسْبِ الْمَرْءِ مِنَ الشَّرِّ إِلَّا
مَنْ عَصَمَهُ اللَّهُ يُشِيرُ النَّاسُ
إِلَيْهِ بِالْأَصَابِعِ فِي دِينِهِ وَ
دُنْيَاهُ (بیہقی فی الشعب)

حضرت جابر ابن عبد اللہ رضی اللہ عنہ ناقل ہیں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

آدمی کے شر کے لئے اتنا کافی ہے مگر جسے اللہ برائی سے بچائے کہ لوگ اس کی طرف دین یا دنیا کے سلسلے میں انگلیوں سے اشارہ کریں۔ اللہ تعالیٰ تمہاری

بِحَسْبِ الْمَرْءِ مِنَ الشَّرِّ إِلَّا
مَنْ عَصَمَهُ اللَّهُ مِنَ السُّوءِ أَنْ
يُشِيرُ النَّاسُ إِلَيْهِ بِالْأَصَابِعِ
فِي دِينِهِ وَ دُنْيَاهُ إِنَّ اللَّهَ

مٹی اس کی مشک کی تھی۔

مقام صریف الاقلام

بعد ازاں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عروج ہوا اور ایسے بلند مقام پر پہنچ کے جہاں صریف الاقلام کو سنتے تھے۔ لکھنے کے وقت قلم کی جو آواز پیدا ہوتی ہے اس کو صریف الاقلام کہتے ہیں۔ اس مقام پر قضاۓ وقدر کے قلم مشغول کتابت تھے۔ ملاکہ اللہ امور الہیہ کی کتابت اور احکام خداوندی کی لوح محفوظ سے نقل کر رہے تھے۔

تنبیہ: احادیث میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مقام صریف الاقلام سدرۃ المنشی کے بعد ہے اس لئے کہ احادیث میں مقام صریف الاقلام کا عروج سدرۃ المنشی کے بعد لفظ ثم سے ذکر کیا گیا ہے۔ نیز سدرۃ المنشی کو اس لئے سدرۃ المنشی کہتے ہیں کہ اوپر سے جو احکام نازل ہوتے ہیں۔ ان کا منتهی یہی مقام ہے۔ معلوم ہوا کہ سدرۃ المنشی کے اوپر کوئی اور مقام ہے کہ جہاں سے تدابیر عالم کے متعلق احکام تکوینیہ کا نزول ہوتا ہے وہ یہی مقام صریف الاقلام ہے گویا کہ مقام صریف الاقلام تدبیر الہی و تقادیر خداوندی کا بلا تشبیہ و تمثیل مرکزی دفتر اور صدر مقام ہے۔ سدرۃ المنشی اور جنت اور جہنم کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مقام کا معاشرہ کرایا گیا۔ نیز روایات حدیث میں نمازوں کی فرضیت اور مکالمہ خداوندی کا ذکر صریف الاقلام کے بعد آیا ہے۔ اس سے بھی یہی معلوم اور مفہوم ہوتا ہے کہ مقام صریف الاقلام سدرۃ المنشی کے بعد ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

افراد آکر بیٹھ جاتے تو انہیں وہاں رہنے میں تأمل ہوتا۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ تقریباً اس آدمی ان کے ساتھ آرہے ہیں، آپ نے فرمایا طبع کی لکھیاں ہیں اور دوزخ کے پروانے ہیں۔

حضرت سلیمان ابن حنظله روایت کرتے ہیں کہ ہم حضرت ابی ابن کعب کے پیچھے چلے جا رہے تھے کہ حضرت عمرؓ نے دیکھ لیا، آپ ان کی طرف درہ لے کر بڑھے، ابی ابن کعب نے عرض کیا: امیر المؤمنین! ذرا ٹھہریے، یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: یہ تابع کے لئے ذات اور متبع کے لئے قتنہ ہے۔

حضرت حسنؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ اپنے گھر سے نکلے، کچھ لوگ ان کے پیچھے چلنے لگے، آپ نے ان سے فرمایا: تم میرے پیچھے کیوں آرہے ہو، بخدا اگر تمہیں معلوم ہو جائے کہ میں کس لئے اپنے گھر کا دروازہ بند رکھتا ہوں تو کوئی شخص بھی میرے ساتھ نہ آئے۔ حضرت حسنؓ کہتے ہیں کہ مردوں کے پیچھے جو توں کی آواز پر بے وقوف جلد شنی میں بتلا ہو جاتے ہیں۔ ایک روز آپ گھر سے چلے، لوگ پیچھے ہولئے، آپ نے پوچھا: مجھ سے کچھ کام ہے تو ٹھیک ہے، ورنہ عجب نہیں کہ اس طرح میرے پیچھے پیچھے چنانا مومنوں کے دلوں میں کچھ نہ چھوڑے۔

روایت ہے کہ ایک شخص ابن محیریز کا ہم سفر بنا، جب کسی منزل پر جدا ہوا تو درخواست کی کہ مجھے کوئی نصیحت فرمائیں، آپ نے فرمایا: ایسا کر کہ تو لوگوں کو جان

صورتیں نہیں دیکھتا وہ تمہارے دل اور **لَا يَنْظُرُ إِلَى صُورِكُمْ وَ لِكِنْ يَنْظُرُ إِلَى قُلُوبِكُمْ وَ أَعْمَالِكُمْ** تمہارے اعمال دیکھتا ہے۔

حضرت حسن بصریؓ نے لوگوں کو یہ حدیث سنائی تو کسی نے عرض کیا، اے ابوسعید جب آپ کسی راستے سے گذرتے ہیں تو لوگ آپ کی طرف اشارہ کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: اس حدیث میں یہ اشارہ مراد نہیں، جو لوگ میری طرف کرتے ہیں، بلکہ مراد یہ ہے کہ کوئی شخص دین میں کوئی بدععت ایجاد کرے، اس کی وجہ سے لوگ اس کی طرف اشارہ کریں، یاد نیا کے فسق و فجور کی وجہ سے وہ کسی کے اشارہ کا مرکز بنے۔ حضرت حسنؓ نے اس حدیث کی ایسی تاویل فرمادی کہ اب کسی قسم کا اشکال باقی نہیں رہا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ ارشاد فرماتے ہیں خرچ کر لیکن اپنی سخاوت کو شہرت نہ دے، اپنی شخصیت کو اونچا مانتا ہٹھا کہ لوگ تجھے جان لیں اور تیرا تذکرہ کیا کریں، خاموشی اختیار کرتا کہ گناہوں سے بچا رہے۔ نیک کو خوشن کر اور بد کو ناراض کر۔

حضرت ابراہیم ابن ادہمؓ کا مقولہ ہے کہ جس نے شہرت پسند کی اس نے اللہ کی تصدیق نہیں کی۔ حضرت ایوب سختیابی فرماتے ہیں کہ جب تک تو اس بات کو اچھا نہیں جانتا کہ لوگ تیرے ٹھکانے سے واقف نہ ہوں اس وقت تک تو نے اللہ کی تصدیق نہیں کی۔ خالد ابن معدان کی مجلس میں جب زیادہ لوگ آجائے تو وہ شہرت کے خوف سے اٹھ کر چلے جاتے۔ حضرت ابوالعالیہ کے پاس جب تین سے زیادہ

ملفوظات فقیہ الامت

حضرت اقدس مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی علیہ الرحمہ

انتخاب: محمد عنایت اللہ

تجدد بدیعت کی ضرورت ہے

ارشاد فرمایا: کہ فخر الدین صاحب کہتے تھے کہ میرے اوپر ایک مقدمہ ہو گیا۔ اہل غرض مجنوں ہوتا ہے اس لئے اس سلسلہ میں جس نے جو بتایا وہ کیا۔ کسی نے ایک پنڈت کا بتایا، میں اس کے پاس گیا، اس نے ایک پرندہ کا پنجہ دیا اور کہا کہ اس کو عمامہ میں رکھ کر حاکم کے پاس جاؤ اور منگل کے دن بندروں کو پختہ بھی دو، یہ سب کچھ کیا لیکن اس کے باوجود مقدمہ میرے خلاف ہو گیا۔

اسی دورانِ خواب میں گنگوہ گیا، خانقاہ میں داخل ہوا تو مجھ پر رعب غالب تھا، دیکھا کہ حضرت گنگوہی چار پائی پر لیٹے ہوئے ہیں اور قریب میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب مودھے پر بیٹھے ہیں، حضرت شیخ الہند نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا کہ جو شخص ہر در کتا ہواس کا یہاں کیا کام؟ دو دفعہ ایسا ہی فرمایا۔ اس پر حضرت گنگوہی نے فرمایا: فخر الدین، کیا تم نے توبہ نہیں کی۔ میں نے عرض کیا کہ جی کر لی۔ اس پر حضرت گنگوہی نے فرمایا کہ پھر بھائی اب ان پر کیا اڑام ہے؟ اس کے بعد آنکھ کھل گئی، صبح کو سوچا کہ یہ خواب حضرت مولانا خلیل احمد

لے، لیکن کوئی دوسرا تجھ سے سوال نہ کرے۔

حضرت ایوب سفر پر نکلے تو بہت سے لوگ ان کے پیچے پیچھے ہو لئے، انہوں نے فرمایا: اگر مجھے یہ معلوم نہ ہوتا کہ اللہ تعالیٰ میرے دل کی حالت پر مطلع ہے اور میں دل سے اس مشایعیت کو ناپسند کرتا ہوں تو مجھے غضبِ الہی کا خوف تھا۔ معمراں کہتے ہیں کہ میں نے ایوب کو ان کی قمیض کی لمبائی پر سخت سُست کہا، انہوں نے کہا کہ پہلے شہرت لمبے کرتے والوں کی ہوا کرتی تھی، اور اب اوپنے کرتے والوں کی ہوتی ہے۔

ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میں ابو قلب اب کے پاس تھا، اتنے میں ایک شخص عمدہ پوشک زیب تن کئے ہوئے آیا، آپ نے لوگوں سے کہا کہ اس ڈھینپوں ڈھینپوں کرنے والے گدھے سے بچوں، ان کا مشایعی تھا کہ طالب شہرت ہے اس سے گریز کرو۔ ثوری کہتے ہیں کہ اکابرین سلف عمدہ کپڑوں اور پیوند لگے کپڑوں کی شہرت کو بُرا سمجھتے تھے، اس لئے کہ زنگا ہیں دونوں طرح کے لباسوں پر اٹھتی ہیں۔

ایک شخص نے بشرابن الحارث سے کہا کہ مجھے کوئی وصیت نہیں۔ انہوں نے کہا اپنے آپ کو گنمایم اور اپنے غذا کو حلال بنا۔ جوشب اس بات پر روایا کرتے تھے کہ میرا نام جامع مسجد تک پہنچ گیا ہے۔ بشرط کہتے ہیں کہ میں کسی ایسے شخص کو نہیں جانتا جس نے شہرت پسند کی ہوا اور اس کا دین تباہ نہ ہوا ہوا اور وہ ذلیل و رسوانہ ہوا ہو۔ ایک مرتبہ فرمایا جو شخص شہرت طلب کرتا ہے وہ آخرت کی لذت نہیں پاتا۔

مزار پر جو کچھ گذرتی، اچھا اب صحیح کی نماز وہاں جا کر پڑھ لینا، مزار کے قریب ہی مسجد ہے۔ چنانچہ میں گیا، مزار پر قواب بھی حاضر نہ ہوا البتہ مسجد میں کچھ دیر مراقب ہوا اور خوف اور رعب کچھ کم ہو گیا، پھر شہر نپور آ کر حضرت سہارنپوریؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور حال بیان کیا، اس پر حضرت نے فرمایا کہ آپ کو تجدید بیعت کی ضرورت ہے۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت شیخ الہند کیوں اتنے خفاء ہوئے، اس پر فرمایا کہ بھائی گنہگار تو ہم سب ہیں لیکن بڑوں سے وابستہ ہونے کے بعد ایسے ویسے کے پاس جانا بڑوں کی بدنامی ہے، کہاں تو آپ حضرت گنگوہیؒ سے بیعت، گئے پنڈت کے پاس اور حضرت شیخ الہندؒ نے آپ کو متنبہ کیا، ان سے بدگمان نہ ہونا ان کا بڑا احسان ہے آپ پر اور ہمارے حضرت گنگوہیؒ کی نسبت تو نسبت محمدی تھی وہاں تو عفو ہی عفو تھا اس لئے بطور تلقین فرمایا: کیا تم نے تو نہیں کی۔

استفسار کیا گیا کہ مرید کس کو کہتے ہیں ارشاد فرمایا کہ مولوی وکیل عبد اللہ جان صاحب نے حضرت سہارنپوریؒ سے پوچھا تھا بیعت کیا چیز ہے کس لئے ہوتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ مرید توبہ کرتا ہے اور مراد شیخ کو اس پر گواہ بناتا ہے۔ وہ کہتے تھے کہ مراد کا لفظ پیر کے معنی میں اس روز میں نے پہلی بار سنا تھا اس سے طبیعت میں شبہ پیدا ہوا کہ توبہ تو خدا کے سامنے کی جاتی ہے اور وہ دل کی حالات سے خوب واقف ہے اس کو گواہ کی کیا ضرورت ہے ”یعلم خائنة الاعین وما

بیعت کیا چیز ہے کس
لئے ہوتے ہیں

صاحبؒ سے ذکر کروں مگر وہاں جانے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔ اس لئے حکیم خلیل احمد صاحب کو واسطہ بنایا، ان سے کہا کہ میں نے خواب دیکھا ہے اس کو حضرت سہارنپوریؒ سے عرض کرنا ہے۔ آپ چلنے ساتھ۔ انہوں نے منظور کر لیا اور میں ان کے ہمراہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔

حضرت اس وقت سبق پڑھانے کے لئے جانے والے تھے، کمرہ کا قفل لگا رہے تھے حکیم صاحب نے قفل ہاتھ سے لے لیا اور عرض کیا کہ یہ کچھ کہنا چاہتے ہیں۔ حضرت بیٹھ گئے۔ میں نے خواب عرض کیا۔ اس پر حضرت نے فرمایا کہ ان کو ابھی حضرت گنگوہیؒ کے مزار پر جانا چاہیے، ایسا نہ ہو کہ پہلے گھر جائیں پھر مزار پر جائیں۔ بلکہ سید ہے مزار پر جائیں۔ وہاں مراقبہ کریں۔ چنانچہ میں چلا، میرے بھائی بھی مل گئے۔ ان سے بھی خواب بیان کیا اور بیل گاڑی کرائے کی کر کے گنگوہ کے لئے روانہ ہوئے۔ گنگوہ کے قریب جب اس راستہ پر پہنچے جو باہر ہی باہر مزار پر جاتا ہے تو بھائی نے کہا کہ اس راستہ سے مزار پر چلے جاؤ، اس کے بعد بھائی تو وہیں سے الگ ہو گئے۔

عصر کے بعد کا وقت تھا اور میرا یہ حال ہو گیا کہ جوں جوں مزار کی طرف بڑھتا تھا تھار عرب زیادہ ہوتا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ مزار کے غربی باڑھ کے قریب پہنچ گیا مگر اندر گھنسنے کی ہمت نہیں ہوئی۔ ابی تاریکی معلوم ہوئی جیسے رات ہو گئی ہو، واپس گھر چلا گیا۔ بھائی کو سب حال بتایا بھائی نے کہا کہ تم نے غلطی کی، چلے جاتے

اخبار دارالعلوم

افادات: حضرت مولانا محمد رحمت اللہ صاحب میر قاسمی

ترتیب: قاری محمد حسیب اللہ خادم ادارہ الحمود سرینگر

دنیا میں مختلف مناسبتوں سے مختلف چیزوں کو شہرت حاصل ہے۔ مدرسہ

العلوم کی وجہ سے یوپی کے مشہور شہر علی گڑھ کو بھی شہرت حاصل ہے۔ یہ مدرسہ العلوم

آج کے دور میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے نام سے معروف ہے۔ جس زمانہ میں یہ

ادارہ قائم ہوا، وہ زمانہ برصغیر پر تاج برطانیہ یعنی انگریزی سامراج کے قبضہ کا تھا۔

اسی دور میں ہندوستان کی بڑی ریاست اتر پردیش یعنی یوپی میں ایک طرف دیوبند

جیسے چھوٹے قصبه میں مدرسہ اسلامیہ کے نام سے انار کے درخت کے نیچے ایک

استاد ملامحمد نے ایک چھوٹے مقامی بچے حسن اتفاق سے اس کا نام بھی محمود حسن ہی

تھا کو اسم اللہ کرائی۔ اس مدرسہ کو آج دنیا از ہر ہندو دارالعلوم دیوبند کے نام سے جانتی

اور پہچانتی ہے۔ اور اسی مرکز علوم اسلامیہ کی بناء پر دیوبند کا یہ چھوٹا قصبه پورے عالم

کے لئے مرکز توجہ بنا۔ یہی معاملہ یوپی میں واقع اس دوسرے شہر علی گڑھ کا ہے جس کا

شہرہ پوری دنیا میں اس عظیم الشان مسلم یونیورسٹی کی وجہ سے ہے۔

دہلی میں جمعیت علماء ہند کے اجلاس سے فارغ ہونے کے بعد اگلے دن

دارالعلوم دیوبند کی مجلس عاملہ کے پروگرام میں شرکت کرنی طے تھی۔ اس درمیان

ہمارے پاس آؤچے دن کا وقت موجود تھا، جس کو تم کسی بھی کام میں استعمال کر سکتے

تھے کیونکہ آج نماز جمعہ کے بعد سے ابھی کوئی مصروفیت نہیں تھی۔

تحفی الصدور، خود ہی دل میں جواب آیا کہ انسان کے اعضاء بھی تو وہاں آخرت میں گواہی دیں گے، لہذا گواہی پر کیا اشکال۔ مولوی صاحب موصوف بڑے زیرک اور وسیع المطالعہ شخص تھے دل میں کافی شکوک و شبہات لیکر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے کہ آج بحث کروں گا مگر بات اتنی ہی ہو پائی تھی کہ تمام شکوک و شبہات دفع ہو گئے۔ اس کے بعد حضرت سے بیعت کی درخواست کی، حضرت نے فرمایا کہ آپ کو بیعت کی کیا ضرورت ہے! انہوں نے جواب دیا کہ میں نے تو بھی ضرورت سمجھ کر کوئی کام کیا ہی نہیں۔ انگریزی معاشرت رکھتا ہوں وہ بلا ضرورت انگریزی کھانا کھاتا ہوں وہ بلا ضرورت انگریز عورت سے شادی کر رکھی ہے، وہ بلا ضرورت بیعت بھی بلا ضرورت ہی ہو جاؤں گا۔ اس کے بعد بیعت ہو گئے اور حضرت نے ان کو اسم ذات کا اور بتا دیا جتنا کثرت سے ہو سکے پھر ان کے حالات بہت عجیب ہو گئے تھے، اللہ نے بہت کچھ نوازا تھا۔

اعتكاف میں تصنیف

ارشاد فرمایا کہ حضرت سہارنپوریؒ نے مظاہر علوم کے دارالطلبة قدیم کی مسجد تیار ہونے پر اعتماد کیا، آپ کے ہمراہ بہت سے لوگوں نے اعتماد کیا، یہ وہ زمانہ تھا جبکہ بذل الجہو تصنیف فرمائے تھے مسجد کے حجرہ میں کتابیں رکھی رہتی تھیں جب تصنیف کا وقت ہوتا تو کتابیں نکال دی جاتیں اور حضرت تصنیف کے کام میں مشغول ہو جاتے پھر کتابیں حجرہ میں رکھ دی جاتیں۔ (اکابر کار رمضان ص ۱۲)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ تصنیف و تالیف کا کام عبادت ہے اعتماد سے کم نہیں۔

مستقل قیام علی گڑھ میں رہتا ہے اس لئے مسلم یونیورسٹی سے وابستہ بعض شوق رکھنے والے طلبہ بلکہ اساتذہ یعنی پروفیسر حضرات بھی آپ کی مجالس بلکہ ذکر و شغل اور بیعت و ارشاد کے سلسلہ سے فیضیاب ہوتے رہتے ہیں۔ ہمارے علی گڑھ سفر کے اصل مقصد اسی ولی خدا کی خدمت میں حاضری اور ان کی زیارت و ملاقات اور دعاؤں کا حصول تھاتا کہ اہل دل کی صحبت چاہیے مختصر ہی سہی نصیب ہو جاوے۔

واقف کار لوگ جانتے ہیں کہ سلسلہ تھانوی کا ایک امتیاز نظام فاروقی ہے۔ اس لئے آداب حاضری کا لحاظ کرتے ہوئے فون کے ذریعہ سے ہی حاضری کی اجازت طلب کی گئی۔ سواری وغیرہ کے انتظام کرنے میں تھوڑی دیرگی نیچے مسجد عبد النبی دفتر جمیعت علماء ہند نئی دہلی میں مغرب کی نماز سے فارغ ہوتے ہی سفر کی ابتداء کی گئی۔ دہلی سے علی گڑھ تک کا سڑک کا فاصلہ ۱۵۰ کلومیٹر سے کچھ کم ہے یہی کوئی ۱۳۵ سے ۱۴۰ کلومیٹر کا یہ سارا سفر تقریباً ڈھائی گھنٹے تین طے ہوا۔ علی گڑھ شہر میں ریلوے اسٹیشن جنکشن کے قریب ہی انونا ہاؤس کے نام سے معروف ایک بُجھی چوڑی خوبصورت منارے اور اس کا گنبد اس کی عظیم الشان یادگار ہونے کی عکاس ہے۔ ہماری نماز عشاء اگرچہ باقی تھی لیکن تاخیر ہونے کی وجہ سے مسجد شریف بند ہو چکی تھی اور ہم لوگ سیدھے حضرت حکیم صاحب کی قیام گاہ پر حاضر ہوئے۔ حضرت والا کے خدام یہلے سے منتظر تھے ہمارے وہاں پہنچتے ہی حضرت والا سے ملاقات کے لئے

بالآخر مشورہ سے طے پایا کہ علی گڑھ کا سفر کیا جائے پھر وہاں سے ہی دیوبند کے لئے روانگی ہو جائے۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ عصر حاضر کے اکابر علماء اور مشائخ میں ایک عظیم الشان شخصیت حضرت حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔ آپ کے نام اور کام سے دنیا واقف ہے۔ ان کے ممتاز خلفاء میں جہاں بڑی نامی گرامی شخصیات گذری ہیں ان ہی میں سے ایک ہستی حضرت مولانا الشاہ محمد ابرار الحنفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تھی جن کو ان کے اتباع و احیاء سنت کے جذبہ اور تڑپ نے مجی السنه کے لقب سے ملقب کرایا اور واقعتاً ان کی پوری زندگی احیاء سنت کے عظیم مشن میں گذری۔ حضرت شاہ صاحب موصوف کے کئی نامی گرامی خلفاء ہوئے جن میں ایک قابل ذکر نام حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تھا اسی طرح ایک مبارک نام حضرت حکیم کلیم اللہ صاحب کا بھی ہے جو حضرت شاہ صاحب ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ کے حاشیین بھی ہیں اور خلیفہ مجاز بھی۔

اولاً حضرت شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے اور اخیر میں جا کر حضرت شاہ ابرار الحنفی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز ہوئے اور فرزند نسبتی بھی بنے۔ فن طب کے ذریعہ مخلوق خدا کی خدمت میں مشغول رہتے ہیں اس ظاہری خدمت کے ساتھ ساتھ باطنی خدمت میں آپ خود بھی اور آپ کے کئی خلفاء مجازین بھی امت کو فیض پہنچا رہے ہیں۔ آپ بیک وقت دارالعلوم دیوبند اور مظاہر علوم سہارپور دونوں عظیم اداروں کی مجلس شوریٰ کے رکن رکین بھی ہیں نیز چونکہ آئی کا

”اور اپنے والدین سے نیکی (خدمت، نرمی، سلوک، اطاعت) کرنے والے! نہ وہ سرکش تھے نہ فرمان۔“ (سورہ مریم، آیت، ۱۴)

نیکی سے یہاں کیا مراد ہے؟ کہ تمہارے دل کی ٹھنڈک!

اس کا کیا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے والدین کو تو خوشخبری دی ہے مگر اولاد کو پابند کر دیا کہ تم اپنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو؟ تو یہاں بھی ”اتّقُوا اللّهُ“! اللہ سے ڈر اور حقوق کی ادائیگی کرو۔

اب بیوی کے حقوق اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں کیا فرماتے ہیں۔

وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ

”اور ان کے ساتھ (رہا اور) بھلے انداز میں (عزت اور نرمی کے ساتھ) زندگی بس رکرو۔“ (سورہ النساء، آیت: ۱۹)

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ

”اور عورتوں کو معروف طریقے پر (خرج سے متعلق اپنے شوہروں پر حقوق حاصل ہے) جیسے (ان کے شوہروں کو) ان پر ہے (ادب اور اطاعت کے متعلق)۔“

(سورۃ بقرہ، آیت: ۲۲۸)

یہ بھی ”اتّقُوا اللّهُ“ ہے، مگر آج کل کچھ لوگ ہیں جو ”اتّقُوا اللّهُ“، ان سب کو نہیں سمجھتے، وہ صرف نماز، روزہ ہی کو ”اتّقُوا اللّهُ“ سمجھتے ہیں، قوم کو توجہ دلانے کی ضرورت ہے۔

کچھ لوگ ہیں جن کے گھروالے دین سے دور ہو رہے ہیں صرف اس لئے

موقع عنایت ہوا۔ سلام و کلام کے بعد حضرت والا حسب معمول نہایت ہشاش بشاش اور مسکراتے ہوئے خیر و عافیت کے احوال بیان فرمانے لگے۔ ساتھ ہی ساتھ یہ شکوہ بھی فرمایا کہ یہاں تشریف آوری تھی تو یہاں براہ راست فون سے اطلاع نہیں ہوئی، دوسری جگہ اطلاع کی گئی جواب میں بطور عذر عرض کیا گیا کہ پہلے یہیں کے فون پر اطلاع کی کوشش کی گئی لیکن رابطہ نہ ہو جانے کی بنا پر دوسری جگہ کے ذریعے سے اطلاع کرائی گئی جس کو حضرت والا نے قبول فرمایا۔

حضرت والا نے اس مجلس میں دو اہم باتوں کو عام کرنے کے ہدایت فرمائی

(۱) زبان ذا کراور دل شاکر (۲) ذکر کانا غردوح کافاقت

آخر میں حضرت والا نے ایک ورق جو مختصر مگر قیمتی نصائح پر مشتمل تھا مطبوعہ پڑھکر سنوایا۔ جس میں مندرجہ ذیل قیمتی نصائح درج ہیں۔

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّی عَلَی رَسُولِهِ الْكَرِیمِ

اتّقُوا اللّهُ۔ اتّقُوا اللّهُ، اللّه سے ڈرو۔

اس کا مطلب یہ نہیں کہ صرف نماز، روزہ، حج، زکوہ ادا کرو۔ وہ تو فرض ہیں ہی، اس کے ساتھ ساتھ حقوق کی ادائیگی بھی کرو، اپنے والدین سے اچھا رویہ رکھو، بیوی اور اپنی اولاد سے شفقت سے پیش آو، یہ بھی اتّقُوا اللّه ہے۔

جب نبیوں نے اولاد کی دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا کہ ہم تم کو ایسی اولاد دینے کے جو تم سے نیکی کرے گی۔

وَبَرَّا بِوَالِدِيهِ وَلَمْ يَكُنْ جَبَارًا عَصِيًّا۔

تعالیٰ رحمۃ واسعة کے وہاں، کبھی کراچی میں حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب عارفی بعد میں حضرت مولانا محمد تھیجی مدفنی اور کبھی لاہور میں حافظ صفیر احمد صاحب انارکلی رحمہم اللہ تعالیٰ کے ہاں نصیب ہوتی تھیں اور اب کسی شاعر کی زبان میں ۔
وہ جو بیچتے تھے دوائے دل وہ دکان اپنی بڑھا گئے

کی وجہ سے ہر طرف سننا اور خلاۓ نظر آتا ہے الاماشاء اللہ۔ کیونکہ ہی سہی مگر خدا نے پاک کے غیبی نظام کے تحت یہ سلسلہ تاقیام قیامت جاری رہے گا۔ انشاء اللہ۔
بہر حال یہ پُر کیف اور دل کو سیراب کرنے والی اور روح کو تازگی بخشتی ہوئی مجلس اور ملاقات بہت جلدی تکمیل کو پہنچی۔ رات کے دس نجح رہے تھے اور ابھی ڈیڑھ دو گھنٹہ کا سفر کر کے میرٹھ پہنچنا باقی تھا اس لئے نماز عشاء سے فارغ ہو کر یہاں سے رخصت حاصل کی گئی۔

نمٹے بود و لِ مستجل

اللہ تعالیٰ ان خانقاہوں کو آبادر کھے، اکابر کو بعافیت صحت سلامت رکھے امت مسلمہ کو ان سے فیضیاب ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان خانقاہوں سے کائنات آباد ہے جس پر وہ حدیث پاک شاہد عدل ہے جس میں فرمایا گیا کہ یہ سورج اسی طرح طلوع ہوتا رہے گا، چاند چمکتا رہے گا، ہوا، پانی، پیداوار جاری رہے گی جب تک اس کائنات میں ایک بھی ”اللہ اللہ“ کرنے والا باقی رہے گا اور جس دن کوئی باقی نہ رہے گا یہ ساری بساط و کائنات ختم کر دی جائے گی۔

رہے گا بس اللہ کا نام

کے حقوق کی ادائیگی نہیں کرتے۔

جو لوگ نئے نئے دین میں آرہے ہیں، وضع قطع تو شریعت کے مطابق ہے، نماز روزہ بھی، مگر اخلاق نہیں اچھے ہیں، خاص طور سے گھروالوں کے ساتھ۔

عَنْ عَائِشَةَ ^{رض} قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لَا هُلْهِلَةَ وَأَنَا خَيْرُكُمْ لَا هُلْهِلَةَ .

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لئے بہتر ہو اور میں اپنے گھر والوں کے لئے سب سے بہتر ہوں۔“
(سنن ترمذی: ۳۸۹۵)

اس دوران عشاہی کے لئے حضرت نے ارشاد فرمایا، دستِ خوان پر موجود قیمتی ظاہری نعمتوں سے تواضع ہوئی۔ مزید برآں حضرت نے اپنے حصہ کے پیالوں میں سے بھی حصہ عطا فرمایا جس سے بڑے حضرات کی یادِ تازہ ہوئی۔ یہ شفقتیں کبھی خانقاہ جلال آباد میں، کبھی چھٹہ مسجد دیوبند میں، کبھی سہارنپور کچے گھر میں، کبھی حضرت جی مولانا انعام الحسن رحمۃ اللہ علیہ کی قیام گاہ بغلہ والی مسجد نظام الدین میں، کبھی حضرت شاہ ابرار الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں ہر دوئی میں اور حضرت قاری سید صدیق احمد صاحب کے ہاں باندہ میں اور ایک دوبار حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں تکنیہ رائے بریلوی لکھنؤ میں، کبھی مکہ مکرمہ میں حضرت مولانا عبد الحفیظ صاحب کلی کے ہاں، کبھی مدینہ منورہ میں حضرت مولانا عاشق الہی اور صوفی محمد اقبال صاحب اور بعد میں مولانا محمد عبداللہ بستوی رحمہم اللہ

مدارس کا ملک کی آزادی اور ملت اسلامیہ کی بقاء و استحکام میں بڑا کردار رہا ہے، درحقیقت مدارس اسلامیہ ملک و ملت کے بڑے محسن ہیں۔ اسلام، مسلمانوں اور مدارس اسلامیہ کے حوالہ سے حالات بڑے صبر آزمائہ و ہمت شکن ہیں، لیکن ہم کو اکابر کے نقش قدم پر چلتے ہوئے نئے تقاضوں کے مطابق مدرسون کو ڈھانا ہوگا اور ان کی نافعیت کو بڑھانا ہوگا اور ایسے طریقہ کار کو اختیار کرنا ہوگا جس سے ملک و ملت کے لئے اپھے افراد اور دینی دعوت و خدمت کے لئے باصلاحیت علماء فراہم ہوں۔“

مولانا شوکت علی قاسمی بستوی، ناظم عمومی رابطہ مدارس و استاذ حدیث دارالعلوم نے رابطہ کی گذشتہ مجلس عاملہ کی کارروائی پڑھی اور مرکزی رابطہ کی سالانہ روپورٹ پیش کی جس میں مختلف صوبوں کی کارکردگی کا جائز بھی پیش کیا گیا تھا۔

دیگر اظہار خیال کرنے والوں میں حضرت مولانا نعمت اللہ صاحب عظیم، حضرت مولانا رحمت اللہ میر صاحب قاسمی، جناب مولانا اشہد صاحب رشیدی مراد آباد، جناب مولانا عبد القوی صاحب حیدر آباد، جناب مولانا صدیق اللہ صاحب چودھری کلکتہ کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔

اجلاس میں حضرت مولانا عبدالخالق صاحب مدراسی، نائب مہتمم و استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند، حضرت مولانا قمر الدین صاحب، حضرت مولانا مفتی اسماعیل صاحب مہاراشٹر، حضرت مولانا محمود حسن صاحب کھیروی، حضرت مولانا نظام الدین صاحب خاموش چھاپی، حضرت مولانا محمد راشد صاحب عظیم نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند، حضرت مولانا محمد شاہد صاحب امین عام جامعہ مظاہر علوم سہارنپور،

دارالعلوم دیوبند میں رابطہ مدارس اسلامیہ عربیہ کی مجلس عاملہ کا

اہم اجلاس اختتام پذیر

مدارس اسلامیہ کے ذمہ دار ان پوری بے دار مغربی اور تن دہی کے ساتھ ملک و ملت کی تغیری میں مصروف رہیں

(رپورٹ از دفتر مرکزی رابطہ مدارس دارالعلوم دیوبند)

”مدارس اسلامیہ ملت اسلامیہ کی تغیری و حفاظت کے اہم ادارے ہیں جو اسلامی علوم و فنون کی تعلیم و اشاعت اور دینی تربیت کے ساتھ ملک کے لئے پر امن شہری اور ملت کے لئے رجال کا تیار کرتے ہیں، مدارس اسلامیہ کے ذمہ دار ان پوری بے دار مغربی اور تن دہی کے ساتھ ملک و ملت کی خدمت و تغیری میں مصروف رہیں۔“

ان خیالات کا اظہار دارالعلوم دیوبند کے مہتمم و شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی زید مجدهم، صدر کل ہند رابطہ مدارس اسلامیہ عربیہ دارالعلوم دیوبند نے فرمایا۔ موصوف رابطہ مدارس اسلامیہ عربیہ کی مجلس عاملہ کے ارکان و نمائندگان کے اجلاس میں صدارتی خطاب فرماری ہے تھے، حضرت والانے ارکان اور صوبائی صدور رابطہ مدارس کو متوجہ کیا کہ حالات بد سے بدتر ہوتے جا رہے ہیں، ایسے میں مدارس اسلامیہ کو فعال و سرگرم بنانے کی ضرورت ہے۔

دارالعلوم دیوبند کے صدر المدرسین حضرت مولانا سید ارشد صاحب مدنی صدر جمعیۃ علماء ہند نے فرمایا کہ ”مدارس اسلامیہ کا ماضی بہت تاب ناک ہے، ان

حکومت کی جدید قومی تعلیمی پالیسی ۲۰۱۹ء پر غور و خوض کیا گیا اور مدارس اسلامیہ پر اس پالیسی کے درس اثرات کے جائزے کے لئے ایک ۵ نفری کمیٹی بھی بنائی گئی، جس کے کوئی ناظم عمومی رابطہ طے پائے۔

اجلاس حضرت مولانا ابوالقاسم صاحب نعمانی زید مجدد ہم کی زیر صدارت مہمان خانہ دارالعلوم میں بعد نماز مغرب متصلًا منعقد ہوا اور آغاز جناب قاری محمد آفتاب صاحب امر و ہوی استاذ تجوید و قراءت دارالعلوم دیوبند کی تلاوت قرآن سے ہوا۔ نظمت کے فرائض ناظم عمومی رابطہ مولانا شوکت علی قاسمی بستوی نے انجام دئے، ۹ ربیع شب کو حضرت صدر اجلاس دامت برکاتہم کی دعا پر اجلاس اختتام پذیر ہوا۔

اجلاس میں حالیہ سالوں میں وفات پانے والے حضرات علماء کرام و دانشوروں ان ملت کے لئے دعائے مغفرت کی گئی اور تجویز تعزیت بھی منظور کی گئی۔

وفیات

۱۔ حضرت فقیہ الامت مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم صدر مفتی و شیخ الحدیث جامعہ تعلیم الدین ڈا بھیل گجرات کے ہڑے بھائی محترم حسن بھائی مشی کا انتقال ہو گیا۔ انا لله وانا الیه راجعون۔ اللہ پاک مغفرت فرمائے اور حضرت مفتی صاحب نیز دیگر لو احتیف کو صبر بھیل عطا فرمائے۔

۲۔ مشہور عالم دین و بزرگ حضرت مولانا خلیل الرحمن سجاد نعمانی کے برادر محترم حضرت مولانا عقیق الرحمن صاحب سنبلی صاحبزادہ حضرت مولانا محمد منظور

حضرت مولانا مفتی محمد امین صاحب پالن پوری، حضرت مولانا مفتی محمد یوسف صاحب تاؤلوی، حضرت مولانا مجیب اللہ صاحب گونڈوی، جناب قاری شوکت علی صاحب ویٹ، جناب مولانا مفتی اشfaq احمد صاحب سرائے میر، جناب مولانا علی حسن صاحب مظاہری شمائل ہریانہ، جناب مولانا خورشید انور صاحب ناظم تعلیمات دارالعلوم دیوبند، جناب مولانا محمد اسجد صاحب قاسمی مراد آباد، جناب مولانا عبدالقدار صاحب آسام، جناب مولانا زین العابدین صاحب کرناٹک، جناب مولانا مفتی محمد فاروق صاحب اڑیسہ، جناب مولانا قاری محمد امین صاحب پوکرن، جناب مولانا عبد الہادی صاحب پرتاپ گڑھ، جناب مولانا محمد احمد صاحب مدھیہ پردیش، جناب مولانا داؤد امینی صاحب دہلی، جناب مولانا مفتی ریاست علی صاحب اتراکھنڈ، جناب مولانا محمد خالد صاحب جنوبی ہریانہ، جناب مفتی سراج احمد صاحب منی پوری، جناب مولانا عبداللہ خالد صاحب قاسمی ہریانہ، جناب مولانا عبدالشکور صاحب کیرالا، جناب مولانا مفتی صلاح الدین صاحب تامل ناؤ، جناب مولانا مرغوب الرحمن صاحب بہار، جناب مولانا محمد صاحب جھارکھنڈ، جناب مفتی محمد خلیل صاحب پنجاب، جناب مولانا ممتاز صاحب شملہ، جناب مولانا عنایت اللہ صاحب جموں اور جناب مولانا شوکت علی صاحب جھن جھنوں وغیرہ حضرات شریک رہے۔

اجلاس میں مدارس اسلامیہ میں تعلیم و تربیت بہتر بنانے، اساتذہ کی تدریسی تربیت، اندر وی فن نظام میں سدھار اور مدارس کو ملک و ملت کے لئے مزید نافع بنانے کے سلسلہ میں اہم تجاویز منظور کی گئیں۔

۸۔ ریاست کرنالک کے خوش قسمت داعی دعوت و تبلیغ کی راہ میں اپنا تن من دھن قربان کرنے والے جناب حاجی ابراہیم صاحب تقریباً بیاسی سال کی عمر میں انتقال کر گئے۔ انا لله وانا الیہ راجعون۔ جناب حاجی ابراہیم صاحب حضرت مولانا الیاس کاندھلویؒ کی تحریک دعوت و تبلیغ سے وابستہ تھے، دنیا میں انہوں نے تبلیغی اسفار کئے تھے ساتھ ہی ساتھ دینی اور عصری تعلیم کے ادارے بھی قائم کئے۔ کیرل کے ضلع ملپورم میں ایک گاؤں میں نجم الہدی عربک کالج قائم کیا جہاں حفظ و ناظرہ کے ساتھ ساتھ فضیلت اور افتاء تک کی تعلیم کا انتظام ہے۔ یہاں تقریباً تین سو پچے پڑھتے ہیں اور اس ادارے کا پورا خرچ حاجی ابراہیم صاحب ہی اٹھاتے تھے۔ حاجی ابراہیم صاحب نے کرنالک کے شہر منگلور کے قریب ایک پہاڑی پر بہت بڑا الجینسٹر ٹنک کالج بھی قائم کیا۔ اللہ تعالیٰ مغفرت فرماء کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے۔

۹۔ دارالعلوم رحیمیہ کے سابق متعلم حافظ نوید کے والد جناب نذریاحمد صاحب کا ایک سینڈٹ میں انتقال ہو گیا۔ ناظم دارالعلوم رحیمیہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔

۱۰۔ دارالعلوم رحیمیہ بانڈی پورہ کے قدیم محب و ناظم دارالعلوم رحیمیہ کے سفرج کے رفیق جناب محمد یاسین ڈار صاحب سرینگر بھی مختصر عالمت کے بعد اس دارفانی کو چھوڑ کر گئے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی بال بال مغفرت فرمائے اور پسمندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

ان تمام مرحومین نیز دیگر متعلقین و جمیع امت مسلمہ کے لئے ایصال ثواب کرایا گیا۔ قارئین بھی دعاۓ مغفرت کریں۔

نعمانیؒ کے انتقال کی خبر واٹس اپ کے ذریعہ دستیاب ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ان کی دینی خدمات کو قبول فرماء کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے اور امت کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔ انا لله وانا الیہ راجعون۔

۳۔ دارالعلوم رحیمیہ کے ایک محب، دعوت و تبلیغ کے خادم نذریاحمد صاحب ساکنہ چار شریف ضلع بڈگام کشمیر کا انتقال ہو گیا۔ خوش قسمتی سے ان کو جمعۃ المبارک نصیب ہوا اور اس روز انتقال پر حدیث شریف میں قبر کے مسائل سے نجات کا وعدہ ہے۔ اللہ پاک مغفرت فرمائے۔

۴۔ سیدوارث شاہ صاحب بخاری کے والد محترم کا انتقال ہو گیا۔ انا لله وانا الیہ راجعون۔ اللہ پاک مغفرت فرماء کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے اور پسمندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

۵۔ دارالعلوم رحیمیہ میں خانقاہ محمودیہ کے رفیق کار محمد اقبال شاہ کی والدہ کا انتقال ہو گیا۔ ان کے چند دن بعد خانقاہ محمودیہ کے دوسرے رفیق جناب رئیس احمد کوکل کے برادر نسبتی عالمت کے بعد اس دارفانی سے رخصت ہو گئے۔

۶۔ محمود فلاحتی ادارہ پار مپورہ سرینگر شاخ دارالعلوم رحیمیہ بانڈی پورہ کے سابق استاد انگریزی جناب محمد اذان صاحب کے پچھا جان کا انتقال ہو گیا۔ انا لله وانا الیہ راجعون۔ قارئین سے دعا کی درخواست ہے۔

۷۔ سرینگر کے مشہور عالم دین مولانا شوکت حسین کلینگ کی ہمیشہ محترمہ بھی اس دارفانی سے رخصت ہو گئیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ مغفرت فرماء کر جنت نصیب فرمائیں اور مولانا شوکت حسین صاحب اور دیگر پسمندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔